حافظ ذہبی اور فن تاریخ و رجال میں ان کی مساعی کا جائزہ

ڈاکٹر سید ازکیا ہاشمی

حافظ ذہبی کا شمار ان یگانہ روز گار ہستیوں میں ہوتا ہے جو حدیث، تاریخ و فقہ میں کمال رسوخ و مہارت، مجتہدانہ بصیرت اور گراں قدر علمی و تصنیفی خدمات کی بناء پر علماء امت میں امتیازی مقام رکھتی ہیں۔

حافظ ذہبی کا عہد (۶۷۳ھ / ۱۲۷۴ء تا ۷۴۸ھ / ۱۳۴۸ء)

حافظ ذہبی تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی کے چند سال بعد دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ نے انتہائی پر آشوب و پر فتن دور میں آنکھ کھولی جب کہ عالم اسلام ضعف و کسمپرسی اور انتشار کا شکار تھا۔ اسلام پر تین اطراف سے حملے ہو رہے تھے، مشرق سے تاتاری حملہ آور ہوئے، مغرب کی طرف سے عیسائیوں نے حملے کئے۔ اور تیسرے خود مسلمان امراء اور مسلم فرقوں کی باہمی کشمکش نے حالات کو ابتر بنا دیا تھا۔ بالخصوص تاتاری حملوں سے اسلامی شہروں کی تاخت و تاراج، بے گناہ مسلمانوں کے سفاکانہ قتل عام اور ان پر توڑے جانے والے وحشیانہ مظالم سے پورا عالم اسلام لرزہ براندام تھا۔ مورخین کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ "اسلام پر فتنہ چنگیز سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں آئی"۔ (۱)

ابن فوطی (م ۷۲۳ھ / ۱۳۲۲ء) نے "الحوادث الجامعۃ" میں (۲)، ابن اثیر (م ۶۳۰ھ / ۱۲۳۳ء) نے الکامل میں (۳) ابن کثیر (م ۷۷۴ھ / ۱۳۷۳ء) نے "البدایہ والنہایہ" (۴) میں اور ابن تغری بردی (م ۸۷۴ھ / ۱۴۷۰ء) نے "النجوم الزاہرۃ" میں (۵) ان مظالم کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ صرف بغداد میں فوطی کے بقول آٹھ لاکھ افراد قتل ہوئے (۶) ابن العماد حنبلی

(م ۱۰۸۹ھ/۱۶۷۸ء) نے اٹھارہ لاکھ تعداد بتلائی ہے (۷)

اس پر آشوب دور میں علماء و فضلاء کو اپنے علم و فضل، عزت و آبرو اور جان و مال کے تحفظ کے لئے کوئی پناہ نہیں مل رہی تھی البتہ شام اور مصر کے علاقے اس دور میں تاتاری غارتگروں سے محفوظ تھے، نتیجتہً عوام اور علماء کی کثیر تعداد نے ان علاقوں کی طرف ہجرت کی اور انہیں اپنے علوم کی آماجگاہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ علاقے اس دور میں علماء و فضلاء کی کثرت اور علوم و فنون کی اشاعت و ترقی کے سبب اہم علمی مراکز میں شمار ہوتے تھے۔

مصر و شام پر ذہبی کی ولادت سے پچیس سال قبل ممالیک (خاندان غلاماں) کی حکومت تھی۔ اس خاندان نے ان علاقوں پر بڑی شان و شوکت سے حکومت کی اور تاتاریوں اور صلیبیوں پر پے در پے فتوحات حاصل کیں۔ (۸) ان حکمرانوں نے ان علماء و فضلاء کی جو تاتاریوں کے مظالم سے تنگ آ کر یہاں پناہ گزین ہوئے تھے انتہائی تعظیم و تکریم کی، ان کے لئے ذرائع خورد و نوش مہیا کئے اور ان کے آرام و آسائش اور سہولیات کا ہر طرح خیال رکھا۔

حافظ موصوف کے زمانہ میں دمشق اور مصر علم و فضل کا گہوارہ سمجھے جاتے تھے اور اس کی بنیادی وجوہات جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، ان علاقوں کا تاتاری حملوں سے محفوظ ہونا، اہل علم کا انہیں اپنی آماجگاہ بنانا اور سلاطین و حکمرانوں کا علم کی نشرواشاعت اور ترقی میں حصہ لینا تھا۔

بالخصوص ذہبی کے مولد و مسکن دمشق کو اس دور میں یہ شرف حاصل تھا کہ وہ بڑے بڑے علماء و فضلاء کا مرکز اور علوم و فنون کا منبع شمار ہوتا تھا۔ مختلف علوم کی تدریس کے لئے اس دور میں اچھے خاصے مدارس اور بڑے بڑے کتب خانے موجود تھے۔

ممالیک سلاطین کے دور میں علم کی خوب نشرواشاعت ہوئی، علماء و فضلاء کو انتہائی قدرومنزلت سے دیکھا جانے لگا، حکمرانوں پر ان کے رعب وہیبت کا یہ عالم تھا کہ مصر کا مضبوط حکمران ظاہر بیبرس (م ۶۶۷ھ/۱۲۶۹ء) شیخ عزالدین ابن عبدالسلام کا اس قدر مطیع تھا کہ ان کے حکم سے انحراف کی جرات نہ تھی۔ سیوطی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) لکھتے ہیں: "جب اسے شیخ کی وفات کی خبر پہنچی تو اس نے کہا، اب میری حکومت پختہ ہوگئی"۔ (۹)

اس دور کی علمی ترقی کا اندازہ سراج الدین ابو حفص عمر حمصی کے اس قصیدہ بائیہ سے بھی

ہوتا ہے جو انہوں نے ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء) کی مدح میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں :

وكان في عصره بالشام يومئذ ـ سبعون مجتهدا من كل منتخب (۱۰)

(ابن تیمیہ کے زمانہ میں صرف ملک شام میں ستر منتخب مجتہد موجود تھے)۔

علم کے اس بے مثل زریں دور میں ذہبی کی ولادت ہوئی ۔ آپ نے اس دور کے سیاسی انقلابات و حوادث سے الگ تھلگ رہ کر اپنے دور کی شاندار علمی ترقی سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ہم عصر علماء سے استفادہ کرنے کے بعد بقیہ زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزار دی ۔

نام و نسب وولادت:

آپ کا لقب شمس الدین، کنیت ابوعبداللہ اور نام محمد ہے ۔ سلسلہ نسب یہ ہے ۔ "شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز بن عبداللہ الذہبی"۔ آپ کی ولادت ربیع الآخر ۶۷۳ھ / اکتوبر ۱۲۷۴ء میں ہوئی۔ (۱۱) آپ نسلاً ترکمانی تھے۔ آباء و اجداد "دیاربکر" کے مشہور شہر "میافارقین" کے باشندے تھے وہاں سے آپ کے دادا فخر الدین ابو احمد عثمان (م ۶۸۳ھ / ۱۲۸۴ء) ہجرت کر کے دمشق میں آباد ہو گئے۔ (۱۲)

بعض اہل علم کے نزدیک سب سے پہلے ذہبی کے پردادا قایماز بن شیخ عبداللہ الترکمانی (م ۶۶۱ھ / ۱۲۶۳ء) دمشق منتقل ہوئے تھے، اور اس سلسلے میں ذہبی کی معجم الشیوخ، کا حوالہ دیا ہے (۱۳) مگر اس سے اتفاق اس لئے ممکن نہیں کہ ذہبی نے معجم الشیوخ میں اپنے پردادا کی نسبت "دمشقی" کے بجائے "فارقی" ذکر کی ہے ۔ فرماتے ہیں : "قایماز ابن الشیخ عبد اللہ الترکمانی الفارقی" (۱۴) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے پردادا قایماز دمشق منتقل نہیں ہوئے تھے۔ نیز معجم الشیوخ سے بھی کوئی اشارہ اس طرف نہیں ہوتا کہ وہ میافارقین سے دمشق منتقل ہوئے تھے (۱۵) البتہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے دادا فخرالدین ابوعثمان نے دمشق میں سکونت اختیار کی اور اسی شہر میں وفات پائی۔ دمشق میں ان کا پیشہ نجاری (بڑھئی) کا تھا (۱۶) آپ کے والد شہاب الدین احمد (م ۶۹۷ھ/۱۲۹۸ء) اہل علم میں سے تھے ۔ اور زرگری کے پیشہ سے منسلک تھے اور اس فن میں کمال مہارت رکھتے تھے ۔ (۱۷) اسی نسبت سے حافظ موصوف "ابن الذہبی" کہلائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اوائل عمر میں اس پیشہ کی طرف متوجہ ہوئے ہوں، اسی

بناء پر معاصرین کے ہاں آپ ذہبی' کے عرف سے مشہور ہیں۔ (۱۸)

تحصیل علم و رحلات علمیہ:

ذہبی نے دمشق کے علمی ماحول میں آنکھ کھولی جو اس دور میں علماء و فضلاء کی کثرت اور مدارس کی بہتات کے سبب علوم و فنون کا منبع اور علم و فضل کا گہوارہ شمار ہوتا تھا' آپ نے بھی اپنی تعلیم کا آغاز اسی مرکز سے کیا۔

اگرچہ ذہبی کے حالات زندگی بالخصوص ابتدائی دور پر تفصیلی مواد دستیاب نہیں چند ایک تذکرہ نگاروں نے انتہائی اختصار کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کیا ہے تاہم ان کی تعلیمی سرگرمیوں کی قدرے اطلاع خودان کی ذاتی تصنیف کردہ کتب "معجم الشیوخ (۱۹) اور معرفۃ القراء (۲۰) سے ہوتی ہے۔

ابتدائی تعلیم کے لئے آپ نے علاء الدین علی بن محمد الحلبی المعروف بالبصبص (۲۱) کے مکتب میں داخلہ لیا اور چار سال تک وہاں مقیم رہے۔ بعد ازاں شیخ مسعود بن عبداللہ الصالحی(م ۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء) سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف شیوخ کی مجالس میں بچپن ہی میں شریک ہونے لگے۔ البتہ علم حدیث کی تحصیل کی طرف اٹھارہ سال کی عمر میں متوجہ ہوئے جیسا کہ سبکی (م ۷۷۱ھ/۱۳۷۰ء) لکھتے ہیں: " وطلب الحدیث ولہ ' ثمانی عشرۃ سنۃ" (۲۲) تاہم اس عرصہ میں حدیث کے ساتھ ساتھ علم القرأت بھی آپ کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا چنانچہ ۶۹۱ھ / ۱۲۹۲ء میں آپ شیخ القراء جمال الدین ابراہیم بن داوٗد العسقلانی (م ۶۹۲ھ/۱۲۹۲ء) کے درس میں اور بعد ازاں جمال الدین ابراہیم بن عالی (ت ۷۰۸ھ/۱۳۰۸ء) کی مجالس میں حاضری دی اور علم قراءت اور اس کی مشہور کتب کا درس لیا۔ (۲۳)

دیگر مشہور قراء میں سے شیخ القراء بعلبک موفق الدین (م ۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء) اور شیخ ابو حفص عمر بن القواس (م ۶۹۸ھ/۱۲۹۹ء) کی صحبت میں بھی آپ نے وقت گزارا حتی کہ اس فن میں کمال حاصل کر لیا (۲۴)

آپ کا طبعی میلان سب سے زیادہ علم حدیث ہی کی طرف رہا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں علم حدیث کی طرف مائل ہوئے اور اس کی تحصیل میں بالکلیہ مستغرق ہو گئے مشائخ کی کثیر تعداد

سے سماعت و قراءت کا شرف حاصل کیا اور عمر عزیز کا طویل حصہ ان کی صحبت میں گزارا۔ دمشق میں مختلف علوم و فنون کے شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کرنے کے بعد ۶۹۳ھ/۱۲۹۴ء میں آپ نے اپنے وطن سے سماع حدیث کے لئے رحلت کا آغاز کیا۔ (۲۵)

ابن حجر (م ۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء) نے طلب حدیث کے لئے رحلت کا یہ ضابطہ ذکر کیا ہے:

"وصفة الرحلة بحيث يبتدی بحديث اهل بلده فيستوعبه' ثم يرحل فيحصل في الرحلة ماليس عنده (۲۶)۔

(اور رحلت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے شہر کی حدیثوں سے ابتداء کرے اور جب وہ پورے طور پر حاصل کر چکے تو پھر اور شہروں کا سفر کرے اور اس سفر میں ان روایات کو حاصل کرے جو اس کے پاس نہ ہوں)۔

اسی ضابطہ کے تحت حافظ موصوف نے اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کرنے کے بعد دوسرے شہروں کا رخ کیا اور مختلف علماء و محدثین سے سماعت کی۔

اگرچہ دور طفولیت میں ذہبی کی شدید خواہش تھی کہ سماع حدیث کے لئے اہم علمی مراکز کا سفر اختیار کریں مگر والد کی طرف سے سفر کی اجازت نہ ملنے پر آپ کی یہ آرزو طویل عرصہ تک پوری نہ ہو سکی جیسا کہ وہ شیخ المستنصریة ابوالفرج عبدالرحمان البغدادی (م ۶۹۷ھ/۱۲۹۸ء) کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: "مجھے بڑی حسرت تھی کہ ان کی طرف سفر اختیار کروں مگر والد کے خوف سے ہمت نہ پڑتی تھی اس لئے کہ وہ مجھے سفر سے منع فرماتے تھے (۲۷)

اس پابندی کی بظاہر یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ حافظ موصوف اپنے والد کی اکلوتی اولاد ہوں یا اپنے مخصوص اوصاف و کمالات کی بناء پر اپنے دیگر بھائیوں سے ممتاز ہوں اور والد کی شدید محبت اور خصوصی تعلق اجازت میں مانع ہو۔ اول الذکر رائے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ذہبی نے اپنی کسی تصنیف میں بھی اپنے کسی بھائی کا ذکر نہیں کیا باوجودیکہ اپنے دیگر اعزہ و اقارب کا خصوصیت سے ذکر کرتے ہیں۔

بہرحال بیس سال کی عمر میں آپ کے شوق کے پیش نظر والد نے سفر کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی کہ وہ کسی بھی سفر میں چار ماہ سے زیادہ اقامت اختیار نہیں کریں گے اور اس سلسلے میں ذہبی کے بقول ان سے حلف بھی لیا۔ جیسا کہ "معرفۃ القراء" میں لکھتے ہیں: " وکنت وعدت ابی، وحلفت لہ انی لا اقیم فی الرحلۃ اکثر من اربعۃ اشهر " (۲۸)۔

شیوخ و اساتذہ:

آپ نے اپنے وقت کے مشاہیر علماء و محدثین کی صحبت میں کثیر وقت صرف کیا جن کے لئے ایک طویل فہرست درکار ہے۔ سبکی لکھتے ہیں:

"وفی شیوخہ کثرہ فلانطیل بتعدادھم" (۲۹)۔

ذہبی نے معجم الشیوخ میں ایک ہزار تین سو سے زائد شیوخ و اساتذہ کے حالات ذکر کئے ہیں جن سے آپ نے علم کی تحصیل یا روایت کی ہے۔ ان میں سے زیادہ نمایاں اور اہم یہ ہیں: (۳۰)

(ا) اساتذہ دمشق: شیخ عمر بن القواس (م ۶۹۸ھ / ۱۲۹۹ء)، ابن عساکر (م ۶۸۶ھ / ۱۲۸۷ء)، محمد بن منصور الحلبی (م ۷۰۰ھ / ۱۳۰۰ء)، محمد بن عبدالعزیز الدمیاطی (م ۶۹۳ھ / ۱۲۹۴ء) وغیرھم۔

(ب) اساتذہ بعلبک: موفق النصیبی (م ۶۹۵ھ / ۱۲۹۶ء)، تاج الدین ابی محمد المغربی (م ۶۹۶ھ / ۱۲۹۷ء) عبدالخالق بن علوان البعلبکی (م ۶۹۶ھ / ۱۲۹۷ء) وغیرھم۔

(ج) اساتذہ حلب: علاء الدین سنقر بن عبداللہ الزینی۔

(د) اساتذہ مصر: مسند الوقت احمد بن اسحاق الابرقوھی (م ۷۰۱ھ / ۱۳۰۲ء) شیخ الاسلام محمد بن علی المعروف بابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ / ۱۳۰۲ء) اور شرف الدین عبدالمومن بن خلف الدمیاطی (م ۷۰۵ھ / ۱۳۰۵ء) وغیرھم۔

(ہ) اساتذہ اسکندریہ: ابوالحسن علی بن احمد الغرافی (م ۷۰۴ھ / ۱۳۰۴ء) شیخ دارالحدیث النبیھیہ بالاسکندریہ، ابوالحجاج یوسف بن الحسن التمیمی (م ۶۹۵ھ / ۱۲۹۶ء)، اور ابوالحسین یحیی بن عبدالعزیز ابن الصواف (م ۷۰۵ھ / ۱۳۰۵ء) وغیرھم۔

ان کے علاوہ دیگر شہروں مثلاً حمص، حماۃ، طرابلس، کرک، معرۃ، بصریٰ، نابلس، رملہ، القدس، تبوک اور سفرحج کے دوران مکہ، عرفہ، منیٰ اور مدینہ میں بھی مختلف شیوخ سے کتب و احادیث کا سماع کیا، جیسا کہ "معجم الشیوخ" سے ظاہر ہے۔

اگرچہ آپ نے مختلف علوم و فنون کے اساتذہ سے کسب فیض کیا اور قراءت، حدیث، فقہ، تاریخ، نقد رجال، ادب، لغتہ، شعر وغیرہ میں خوب مہارت حاصل کی تاہم سب سے زیادہ علم حدیث آپ کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا اور اس فن میں اس حد تک رسوخ اور مہارت حاصل کی کہ معاصرین پر سبقت لے گئے۔

اہم مناصب پر تقرری اور تدریسی خدمات:

مختلف علاقوں کے سفر اور ہم عصر علماء سے خاطر خواہ استفادہ کرنے کے بعد ایک عظیم محدث، فقیہ، مجتہد اور مورخ کی حیثیت سے آپ نے وطن کی طرف مراجعت کی اور جس علم کو محنت اور جانفشانی سے حاصل کیا تھا اس کی خدمت کو زندگی کا محبوب مشغلہ بنا دیا۔ ۷۰۳ھ/۱۳۰۳ء میں غوطہ دمشق کے ایک قریہ میں مسجد "کفربطنا" کی خطابت کے منصب پر فائز کئے گئے (۳۱) ۷۱۸ھ/۱۳۱۹ء تک آپ وہیں مقیم رہے اس دوران آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتب تصنیف کیں۔ اسی سال شیخ کمال الدین الشریشی کی وفات پر ان کی جگہ مشہور مدرسہ ام صالح میں آپ کو شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا۔ (۳۲) اس مدرسہ کا شمار اس وقت دمشق کے مشہور علمی مراکز میں ہوتا تھا بالخصوص یہاں کے دارالحدیث کو بڑی شہرت حاصل تھی (۳۳) ۷۳۹ھ/۱۳۳۹ء میں شیخ علم الدین البرزالی کی وفات پر مدرسہ نفیسہ میں تدریس حدیث اور امامت آپ کے سپرد کی گئی (۳۴) اور اسی سال دارالحدیث والقرآن التنکزیہ کی تکمیل پر شیخ ذہبی وہاں مسند حدیث پر فائز ہو گئے۔ (۳۵)

ان کے علاوہ دمشق کے دیگر اہم مدارس میں مسند حدیث پر فائز رہے، حتی کہ بوقت وفات ۷۴۸ھ/۱۳۴۸ء میں بیک وقت دمشق کے پانچ اہم مراکز کی مشیخت حدیث آپ کے سپرد تھی۔

تلامذہ:

تحصیل علم کے بعد ذہبی اپنے علوم کی نشرواشاعت اور خدمت دین کے لئے دمشق کے اہم مدارس و مراکز سے منسلک ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے علم و فضل کے سبب علمی حلقوں میں انتہائی قبولیت اور شہرت حاصل کر لی، علماء اور طلباء کی کثیر تعداد ان کے دروس سے مستفید ہونے لگی۔

سبکی لکھتے ہیں : " وسمع من الجمع الكثير ..... واقام بدمشق يرحل اليه من سائر البلاد وتناديه السوالات من كل ناد " (۳۶) ۔

(ایک بڑی جماعت نے آپ سے سماعت کی .... آپ نے دمشق میں سکونت اختیار کی۔ تمام شہروں سے لوگ علم کی تحصیل کے لئے آپ کی طرف سفر کرتے اور آپ سے اپنے سوالات کا حل پاتے)۔

آپ کے شاگرد الحسینی لکھتے ہیں : " وحمل عنه الكتاب والسنة خلائق " (۳۷) (بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے آپ سے کتاب و سنت کا علم حاصل کیا)۔

آٹھویں صدی ہجری کے رجال پر مشتمل تاریخ کی کتابوں میں ذہبی کے سینکڑوں شاگردوں کا جگہ جگہ تذکرہ موجود ہے ۔ (۳۸) ان میں سے مشہور یہ ہیں :

تاج الدین عبدالوہاب ابن تقی الدین السبکی (م ۷۷۱ھ / ۱۳۷۰ء) (۳۹) علم الدین البرزالی (م ۷۳۹ھ / ۱۳۳۹ء)، (۴۰) صلاح الدین الصفدی (م ۷۶۴ھ / ۱۳۶۳ء) (۴۱)، عماد الدین ابن کثیر (م ۷۷۴ھ / ۱۳۷۳ء) (۴۲) ، ابوالمحاسن محمد بن علی الحسینی (م ۷۶۵ھ / ۱۳۶۴ء) (۴۳) اور ابوعبداللہ محمد الموصلی الاطرابلسی (م ۷۷۴ھ / ۱۳۷۳ء) (۴۴) وغیرہم۔

یہ تلامذہ اپنی گراں قدر علمی خدمات کی بناء پر تاریخ علوم میں نمایاں مقام رکھتے ہیں ۔

عقیدہ و فقہی مسلک :

ذہبی صفات خداوندی اور متشابہات کے بارے میں سلف کے متبع ہیں، ان کے عقائد میں سلف کا رنگ نمایاں ہے ۔ صفات خداوندی میں تنزیہ اور عدم تاویل کے قائل ہیں اور عقائد میں حنابلہ سے متاثر ہیں اپنی تصانیف میں جگہ جگہ فلاسفہ، مناطقہ اور مبتدعین کی تردید کرتے ہیں اور

سلف کے معتقدات کی حنابلہ کے مسلک کی روشنی میں تائید کرتے ہیں۔ (۴۵) حدیث کے ساتھ خصوصی شغف اور اس فن میں کامل دسترس حاصل ہونے کی وجہ سے عقائد میں ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور چونکہ حنابلہ کے عقائد بھی ظاہر حدیث کے موافق ہوتے ہیں اس لئے ان سے متاثر ہونا ایک فطری امر ہے۔

آپ نے عقائد پر متعدد کتب تصنیف کیں اور اس موضوع کی اہم کتب کا اختصار بھی کیا ہے (جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آ رہی ہے) ۔ احادیث کے ساتھ کثرت مزاولت اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی صحبت کا اثر آپ کے عقائد پر نمایاں ہے (اگرچہ بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے)۔

فقہی اعتبار سے آپ شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ سبکی نے طبقات الشافعیہ میں آپ کا ذکر شافعی فقہاء میں کیا ہے ۔ (۴۶) مشہور شافعی فقہاء مثلاً شیخ کمال الدین ابن الزملکانی' برہان الدین الفزاری اور کمال الدین ابن قاضی شہبہ وغیرہ سے آپ نے فقہ کا درس لیا تھا مگر حدیث کے ساتھ زیادہ ربط و تعلق کی وجہ سے حنبلیت کی طرف بھی میلان تھا۔ (۴۷)

فقہ کے موضوع پر بھی آپ نے بعض کتب تصنیف کیں (جن کی تفصیل آئندہ اوراق میں آ رہی ہے) ان کے نزدیک فقہ کی اساس و بنیاد قرآن و حدیث ہیں جس کا اظہار انہوں نے ان اشعار میں کیا ہے۔

الفقہ قال اللہ قال رسولہ ان صح و الاجماع فاجھد فیہ

وحذار من نصب الخلاف جھالۃ بین النبی و بین رای فقیہ (۴۸)

وفات:

عمر کے آخری حصے میں وفات سے تقریباً چار سال یا اس سے کچھ زائد عرصہ قبل آنکھوں میں پانی اتر آنے سے بصارت جاتی رہی۔ جب آپ سے یہ کہا جاتا کہ آنکھوں کا علاج کرا لیتے تو درست ہو جاتیں تو آپ فرماتے: "میری آنکھوں میں پانی نہیں اترا بلکہ میں خود محسوس کرتا تھا کہ میری بصارت روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے حتی کہ بالکلیہ معدوم ہو گئی"۔ (۴۹)

سبکی لکھتے ہیں : "آپ نے مرض الموت میں وفات سے دو یا تین دن قبل یہ دو شعر کہے جس میں شباب کے رخصت ہونے، بڑھاپا مسلط ہونے اور آخری منزل یعنی موت کی طرف پیش قدمی کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں :

تولی شبابی کان لم یکن   واقبل شیب علینا تولی
ومن عاین المنحنی والنقی   فمابعد هذین الا المصلی

آپ کی وفات ۳ ذیعقدہ ۷۴۸ھ/۱۳۴۸ء کو مدرسہ ام صالح میں ہوئی اور باب صغیر کے مقبرہ میں مدفون ہوئے (۵۰)۔

آپ کے کئی ایک تلامذہ نے آپ کی وفات پر مرثیے لکھے جن میں علامہ صفدی اور تاج الدین السبکی قابل ذکر ہیں۔

صفدی اپنے مرثیہ میں فرماتے ہیں :

اشمس الدین غبت وکل شمس   یغیب، وزال عنا ظل فضلک
وکم ورخت انت وفاة شخص   وما ورخت قط وفاة مثلک (۵۱)

اور سبکی کے طویل مدحیہ قصیدہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں

هو الامام الذی روت روایته،   وطبق الارض من طلابه النجب
مهذب القول لاعی ولجلجه   مثبت النقل سامی الغض والحسب
ثبت صدوق خیر حافظ یقظ   فی النقل اصدق انباء من الکتب
کالزبر فی حسب والزبر فی نسب   والنهر فی حدب والدهر فی رتب (۵۲)

ذہبی علماء کی نظر میں :

ذہبی کی جلالت شان، تبحر علمی، بالخصوص حدیث، تاریخ اور رجال میں آپ کی مہارت کا اعتراف معاصرین و متاخرین نے اپنی کتب میں کیا ہے۔ اس سلسلے میں چند علماء کے اقوال ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

آپ کے مشہور شاگرد صلاح الدین صفدی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں :

"الشیخ الامام العلامة الحافظ شمس الدین ابو عبدالله الذهبی حافظ لایجاری ولافظ لایباری، اتقن الحدیث و رجاله، ونظر علله واحواله، وعرف تراجم الناس، وازال الابهام فی تواریخهم والالباس، ذهن یتوقد ذکاوہ، ویصح الی الذهب نسبته وانتماوہ، جمع الکثیر، ونفع الجم الغفیر، واکثر من التصنیف، ووفر بالاختصار موونة التطویل فی التالیف .... لم اجد عنده جمود المحدثین ولاکودنة النقلة"۔ (۵۳)

(شیخ امام، علامہ حافظ شمس الدین ابوعبداللہ الذہبی یگانہ روزگار حافظ حدیث تھے، علل رجال میں گہری مہارت تھی، بے شمار لوگوں کے تذکرے لکھے اور ان سے ابہام و التباس کے پردوں کو چاک کیا، کئی کتب تصنیف کیں اور بڑی جماعت کو نفع پہنچایا، ضخیم کتابوں کے اختصار پیش کئے، ان کے ہاں نہ تو محدثین کا سا جمود تھا اور نہ مورخین کی سی غباوت)

تاج الدین سبکی نے اگرچہ اپنے استاد ذہبی سے بعض امور میں اختلاف کیا ہے تاہم ان کے علمی مقام کا بھی فراخدلی سے اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"شیخنا واستاذنا، الامام الحافظ ... محدث العصر، اشتمل عصرنا علی اربعة من الحفاظ المزی والبرزالی والذهبی والشیخ الامام الوالد، لاخامس لهولاء فی عصرهم ... واما استاذنا ابو عبدالله فبصر لانظیرله، هوالملجا اذنزلت المعضلة، ذهب العصر معنی ولفظا وشیخ الجرح والتعدیل، ورجل الرجال فی کل سبیل"۔ (۵۴)

(ہمارے شیخ اور استاد، امام، حافظ اور محدث العصر ہیں ہمارے زمانہ میں حدیث کے حافظ چار تھے، مزی، برزالی، ذہبی اور میرے والد، اپنے زمانہ میں کوئی پانچواں ان کا ہم سرنہ تھا، لیکن ان سب میں ذہبی کا درجہ بڑھا ہوا تھا، ان کا کوئی نظیر نہ تھا، اگر کوئی مشکل پیش آجاتی تو انہی کی طرف رجوع کیا جاتا، معنوی اور لفظی ہر دو اعتبار سے وہ اپنے دور کے کندن تھے، جرح و تعدیل اور فن رجال کے اگر شیخ تھے تو وہی تھے)

چند سطور کے بعد ان کی شان میں ان الفاظ کے ساتھ رطب اللسان ہوتے ہیں:

"وسمع منه جمع الکثیر، ومازال یخدم هذا الفن الی ان رسخت فیه قدمه، وتعب اللیل والنهار وماتعب لسانه، وقلمه، وضربت باسمه الامثال، وسار اسمه، مسیر لقبه الشمس الا انه، لایتفلص اذا نزل المطر، ولا یدبر اذا اقبلت اللیالی، واقام بدمشق یرحل الیه من سائر البلاد، وتنادیه السوالات من کل ناد"۔ (۵۵)

(ایک بہت بڑی جماعت نے آپ سے سماعت کی اور آپ فن (حدیث) کی خدمت کرتے رہے حتی کہ اس میدان میں آپ کے قدم راسخ ہو گئے، دن اور رات تھک کر نڈھال ہو گئے مگر آپ کی زبان اور قلم نے کبھی تھکاوٹ محسوس نہ کی، آپ کا نام ضرب المثل بن گیا اور شمس (سورج) کے لقب سے مشہور ہوئے البتہ آپ ایسے سورج تھے جس کی روشنی نزول باراں کے وقت بھی کم نہیں ہوتی اور جو رات کی آمد پر بھی غروب نہیں ہوتا آپ نے دمشق میں اقامت اختیار کی، تمام شہروں سے لوگ تحصیل علم کے لئے آپ کی طرف سفر اختیار کرتے اور آپ سے اپنے سوالات کا حل پاتے)۔

آپ کے ایک شاگرد الحسینی لکھتے ہیں۔

"الشیخ الامام العلامہ شیخ المحدثین قدوۃ الحفاظ والقراء، محدث الشام ومورخہ ... وکان احد الاذکیاء المعدودین والحفاظ المبرزین" (۵۶)۔

(شیخ، امام، علامہ، شیخ المحدثین، امام الحفاظ والقراء، محدث و مورخ شام ... آپ کا شمار گنے چنے ذہین و فطین حضرات اور بلند پایہ حفاظ میں ہوتا تھا)

حافظ ابن کثیر آپ کو ان القاب سے نوازتے ہیں:

"الشیخ الحافظ الکبیر مورخ الاسلام وشیخ المحدثین ----- وقد ختم بہ شیوخ الحدیث و حفاظہ" (۵۷)۔

(شیخ، حافظ کبیر، مورخ اسلام اور شیخ المحدثین ----- علم حدیث کی ریاست آپ پر ختم ہو گئی)۔

حافظ ابن ناصر الدین (م ۸۴۲ھ / ۱۴۳۸ء) آپ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

"الحافظ الهمام مفید الشام و مورخ الاسلام" (۵۸) ۔

سیوطی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) فرماتے ہیں: الامام الحافظ، محدث العصر، وخاتمۃ الحفاظ، ومؤرخ الاسلام وفرد الدھر"۔ (۵۹)

تصنیفی خدمات:

حافظ ذہبی نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کی طرف بھی بھرپور توجہ دی اور اپنے زمانے کے کثیر التصانیف علماء میں شمار ہونے لگے۔ بالخصوص، حدیث، فقہ اور تاریخ کے موضوع پر گراں قدر تصانیف یادگار چھوڑیں۔ ان متنوع تصانیف سے آپ کا علمی مرتبہ و مقام بخوبی متعین ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف اس لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان کی جمع و ترتیب میں نہایت تحقیق و تدقیق اور وسعت و جامعیت کا لحاظ رکھا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر دور کے اہل علم کے ہاں مقبول و متداول رہیں۔

ابن حجر فرماتے ہیں:

"ورغب الناس فی توالیفہ ورحلوا الیھا بسببھا وتداولوھا قراءۃ ونسخا و سماعا" (۶۰)

شوکانی (م ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء) آپ کی تصانیف کی تعریف و توصیف میں فرماتے ہیں:

"ان کی تصانیف کو حد درجہ قبولیت حاصل ہوئی، لوگوں نے انہیں پسند کیا اور ان کے لئے سفر اختیار کیا، ان سے اخذ و استفادہ کیا، ان کو پڑھا اور ذہبی کی زندگی ہی میں ان کو لکھا جانے لگا حتی کہ وہ زمین کے اطراف و اکناف میں پھیل گئیں، ان میں نہایت عمدہ تعبیرات ہیں اور زبان و بیان انتہائی اعلی ہے۔ ان جیسا اسلوب نہ تو معاصرین کے ہاں ملتا ہے نہ متقدمین میں اور نہ ہی متاخرین میں" (۶۱) ۔

اور آخر میں لکھتے ہیں:

"وبالجملۃ فالناس فی التاریخ من عصرہ فمن بعدھم عیال علیہ ولم یجمع احد فی ھذا الفن کجمعہ ولا حررہ کتحریرہ" (۶۲) ۔

(مختصراً یہ کہ آپ کے معاصرین بھی اور بعد کے مورخین بھی فن تاریخ میں آپ کے

محتاج ہیں، اس فن میں نہ تو ان جیسی جامعیت کسی میں پائی جاتی ہے اور نہ ہی ان جیسا طرز بیان)۔

دکتور بشار عواد (معاصر) نے مختلف ماخذ کے حوالے سے ذہبی کی مختلف علوم و فنون پر تقریباً ۲۱۵ تصانیف کا ذکر کیا ہے (۶۳) جو مختلف کتب و رسائل کی شکل میں ہیں ۔ ان میں سے اکثر غیر مطبوعہ ہیں، بعض مخطوطات کی شکل میں ہیں اور بعض مفقود ہیں، مختلف علوم میں آپ کی مشہور اور نمایاں تصانیف (مطبوعات و مخطوطات کی نشاندہی کے ساتھ) حسب ذیل ہیں (۶۴)

(ا) القراء ات

--- التلويحات في علم القراء ات

(ب) حدیث و مصطلح الحدیث:

--- المستدرك على مستدرك الحاكم (۶۵)

--- الطب النبوی ۔ (۶۶)

--- الموقظة فی علم مصطلح الحديث (۶۷)

(ج) عقائد:

--- الاربعين فی صفات رب العالمين (۶۸)

--- الرسالة الذهبية الى ابن تيميه (۶۹)

--- رؤية البارى ۔

--- العلو للعلى الغفار (۷۰)

--- الكبائر (۷۱)

--- مسالة دوام النار ۔

(د) فقہ و اصول فقہ:

--- فضائل الحج وافعاله

--- مسالة السماع ۔

--- الوتر

--- مسألۃ الاجتھاد

--- مسألۃ خبر الواحد

(ھ) **تاریخ و تراجم:**

(مفصل بحث آئندہ اوراق میں "فن تاریخ و رجال میں ذہبی کی مساعی" کے تحت آ رہی ہے)

(و) **مختصرات و منتخبات:**

ذہبی نے مختلف موضوعات پر مبنی جن کتب کی تلخیص کی وہ حسب ذیل ہیں: (ان میں تاریخی کتب کی تلخیصات شامل نہیں۔ ان پر تبصرہ آئندہ اوراق میں کیا جائے گا)

--- احادیث مختارۃ من الموضوعات من "الاباطیل" للجورقانی۔ (۷۲)

--- بلبل الروض ' اختصار "روض الانف" للسھیلی۔

--- ترتیب "الموضوعات" لابن الجوزی (۷۳)

--- تلخیص "العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ لابن الجوزی (۷۴)

--- اختصار کتاب السماع للادفوی (م ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء) (۷۵)

--- مختصر "البعث والنشور للبیھقی۔

--- مختصر المستدرک علی الصحیحین للحاکم (۷۶)

--- المستحلی فی اختصار المحلی لابن حزم

--- المنتقی من مسندابی عوانۃ۔

--- مھذب "السنن الکبری" للبیھقی (۷۷)

ان کے علاوہ تاریخ و احادیث پر مبنی متعدد کتب کی تخریج کی۔

فن تاریخ اور رجال میں ذہبی کی خدمات

مسلمانوں کا قابل فخر کارنامہ:

فن تاریخ اور سیرو تراجم مسلمانوں کی علمی خصوصیات میں سے ہیں، مختلف دینی و علمی، تاریخی و تمدنی محرکات و دواعی کی بناء پر جن میں علم حدیث، اسماء الرجال اور سیرت نبوی کو اولیت و اہمیت حاصل ہے، مسلمانوں نے اپنے ابتدائی عہد سے اس موضوع کی طرف توجہ کی اور عظیم الشان کتب کا ایسا ذخیرہ تیار کیا جس کی نظیر اپنی وسعت وتنوع میں دوسری اقوام و ملل میں ملنا مشکل ہے، اسی کے ساتھ اصول حدیث و فن اسماء الرجال کے قواعد و ضوابط اور تصحیح و تضعیف کے ان معیاروں کی بناء پر جو ان علوم نے فراہم کئے اور ان اخلاقی تعلیمات و ہدایات کے زیر اثر جو انہیں ورثہ میں ملیں، تاریخ نویسی اور تذکرہ نگاری میں وہ احتیاط ملحوظ رکھی جس کی مثالیں آسانی سے نہیں مل سکتیں۔ یہ امتیاز اور شرف صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے انہوں نے حوادث عالم کو سند سے مربوط کرتے ہوئے منطقی ترتیب اور تاریخی تسلسل کے ساتھ پیش کیا۔ عربی زبان میں اس موضوع پر جو کام ہوا اس کی وسعت اور قدروقیمت کا اندازہ ان کتابوں سے بخوبی ہو سکتا ہے جو تاریخ علوم یا اسماء کتب پر تحریر کی گئی ہیں۔

شبلی نعمانی :(م ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں : "اس امر پر مسلمان بے شبہ فخر کر سکتے ہیں کہ روایت کے فن کے ساتھ انہوں نے جس قدر اعتناء کیا کسی قوم نے کبھی یہ نہ کیا تھا۔ انہوں نے ہر قسم کی روایتوں میں مسلسل سند کی جستجو کی اور راویوں کے حالات اس تفحص اور تلاش سے بہم پہنچائے کہ اس کو ایک مستقل فن بنا دیا جو فن رجال کے نام سے مشہور ہے، یہ توجہ اور اہتمام اگرچہ اصل میں حدیث نبوی کے لئے شروع ہوا تھا لیکن فن تاریخ بھی اس فیض سے محروم نہ رہا۔ طبری، فتوح البلدان، طبقات بن سعد وغیرہ میں تمام واقعات، سند متصل مذکور ہیں، یورپ نے فن تاریخ کو آج کمال کے درجہ پر پہنچا دیا ہے لیکن اس خاص امر میں وہ مسلمان مورخوں سے بہت پیچھے ہیں، ان کو واقعہ نگار کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ جرح وتعدیل، کے نام سے بھی آشنا نہیں"۔ (۷۸)

علم تاریخ اور ذہبی:

علماء و اہل کمال میں بکثرت ایسی شخصیتیں گزری ہیں جن کو متعدد علوم و فنون و اصناف کمال میں خصوصی درک حاصل رہا اور ان کی شخصیت جامع علوم و کمالات نظر آتی ہے' انہی میں سے ایک شخصیت صاحب تذکرہ حافظ ذہبی کی ہے جو اگرچہ میدان حدیث کے شہسوار ہیں اور اس فن میں انہیں معاصرین پر تفوق حاصل رہا تاہم فن تاریخ میں خصوصی درک و مہارت اور بلندپایہ تصانیف کی بناء پر مورخین کی صف میں بھی نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں اور بلاشبہ "امام المورخین" کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ چنانچہ اہل علم کی ایک بڑی جماعت تاریخ و رجال میں آپ کے فضل و کمال کی معترف ہے۔

ابن کثیر اور ابن ناصر الدین نے آپ کو مورخ الاسلام کا لقب دیا ہے (۷۹) سبکی نے آپ کو "رجل الرجال" کہا ہے (۸۰) صفدی کے نزدیک آپ نے تاریخ و رجال میں موجود ابہام والتباس کا ازالہ کر کے تاریخ کی اہم خدمت سرانجام دی ہے (۸۱) سخاوی نے ذہبی اور مزی کو آٹھویں صدی ہجری کے ان مورخین میں شمار کیا ہے جن کا مقابل کوئی نہیں۔ (۸۲)

ناقدین ذہبی:

بعض اہل علم نے ذہبی کو ہدف تنقید بھی بنایا ہے جن میں سے صلاح الدین خلیل بن کیلکلدی العلائی (م ۷۶۱ھ/۱۳۵۹ء) سبکی اور ابو عمرو بن المرابط قابل ذکر ہیں۔ ان ناقدین میں سے سرفہرست تاج الدین سبکی ہیں جنہوں نے آپ کی تاریخی کاوشوں کو مشکوک اور ناقابل اعتماد بنانے کی کوشش کی ہے اور اپنی کتاب طبقات الشافعیہ الکبری میں کئی ایک مقامات پر آپ کو متعصب قرار دیتے ہوئے ہدف تنقید بنایا ہے۔ مگر ان کی آراء حقائق کے منافی ہونے کی بناء پر ناقابل تسلیم ہیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آگے بڑھنے سے قبل ذہبی پر عائد کئے جانے والے اتہامات و الزامات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے اور عقل و درایت کی روشنی میں اصل صورتحال واضح کی جائے۔ مذکورہ ناقدین کے اہم تنقیدی نکات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابن المرابط کا کہنا ہے کہ ذہبی کی تاریخ کے چار حصے ہیں اور ان میں سے ایک حصہ محض غیبت پر مشتمل ہے (۸۳)

۲۔ العلائی نے ذہبی کی دیانت' تقوی اور دوسروں کی بابت ان کی رائے زنی میں احتیاط کو

تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ الزام بھی لگایا ہے کہ ان پر مذہب اثبات کا غلبہ ہے اس لئے اہل تنزیہ سے تو برگشتہ ہیں اور اہل اثبات کی طرف بہت زیادہ مائل ہیں چنانچہ اہل اثبات کی سوانح میں ان کا طویل تذکرہ کرتے ہیں اور ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور ان کی غلطیوں سے تسامح برتتے ہیں اس کے برخلاف اہل تنزیہ کی زیادہ تعریف نہیں کرتے ' ان کے عیوب پر مبنی اقوال تکرار کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور ان کی خوبیوں سے اعراض کرتے ہیں اور معاصرین کے ساتھ بھی ان کا یہی طرز عمل ہے (۸۴)

۳۔ تاج الدین سبکی نے جہاں آپ کے کمالات کا اعتراف کیا ہے وہاں بعض پہلوؤں پر تنقید بھی کی ہے۔ مثلاً "طبقات الشافعیہ" میں لکھتے ہیں۔ "وہ حنابلہ کی آراء کی طرف حد سے زیادہ میلان رکھتے تھے اس لئے حنابلہ کی خوب مدح و تعریف کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل حنفیہ اور اشاعرہ کے ساتھ ساتھ ائمہ شوافع پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں اور ان کے تراجم میں انصاف کے پہلو کو مد نظر نہیں رکھتے" (۸۵)۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"اما تاریخ شیخنا الذهبی غفر الله فانه' علی حسنه وجمعه مشحون بالتعصب المفرط ' واستطال بلسانه علی کثیر من ائمة الشافعین والحنفیین ومال فافرط علی الاشاعرة و مدح فزاد فی المجسمة' هذا وهو الحافظ المدرة' والامام المبجل' فماظنک بعوام المورخین" (۸۶)۔

(ہمارے شیخ ذہبی کی تاریخ (تاریخ الاسلام) اللہ ان کی مغفرت کرے بہت اچھی اور جامع ہے لیکن انتہائی تعصب سے بھری ہوئی ہے' انہوں نے شافعی اور حنبلی اماموں میں سے بہتوں کے خلاف زبان درازی کی ہے' اشعریوں پر بھی انہوں نے بڑی زیادتی کی ہے اور مجسمہ کی خوب بڑھ کر مدح کی ہے' حافظ' پیشوا اور معزز امام ہوتے ہوئے بھی ان کا یہ حال ہے' رہے عام مورخین تو ان کی بابت آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں)

اور کتاب مذکورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں: "وما احسنة' لولا

التعصب فیہ۔ (۸۷)۔

(اگر اس میں تعصب نہ ہوتا تو یہ انتہائی عمدہ تصنیف تھی)

اور ایک مقام پر واضح الفاظ میں انہیں ناقابل اعتماد ٹھہراتے ہوئے کہتے ہیں :

والذی ادرکنا علیہ المشائخ النھی عن النظر فی کلامہ وعدم اعتبار قولہ۔ (۸۸)۔

(مشائخ کا جو مسلک ہم نے دیکھا ہے یہ ہے کہ وہ ذہبی کے اقوال پڑھنے سے منع کرتے تھے اور ان کی باتوں پر بھروسہ نہ کرتے تھے)

جائزہ تنقیدات اور ذہبی کا دفاع :

حافظ موصوف پر عائد کردہ الزامات کو بہت سے علماء نے رد کیا ہے جن میں سے سرفہرست شمس الدین السخاوی (م ۹۰۲ھ / ۱۴۹۷ء) ہیں وہ ذہبی کا دفاع کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"ذہبی کے بعد سے آج تک اس فن میں ان کی تصانیف کے علاوہ اور کونسی تصانیف ہیں جن سے تمام لوگ مستفید ہوتے چلے آ رہے ہیں ؟ خوش نصیب تو اسی کو کہتے ہیں جس کی غلطیاں معدودے چند ہوں ۔ ویسے بھی دیکھا جائے تو جنہیں نیکی کی توفیق نہیں ہوتی اور وہ ذہبی پر لے دے کرتے ہیں بسااوقات وہ یہ سب کچھ اپنی قدر و منزلت کے تحفظ کے لئے کرتے ہیں ' یا تو ذہبی نے ان کے سوانح اس طور پر لکھے ہوتے ہیں جسے وہ بخیال خویش اپنے مرتبے سے کم سمجھتے ہیں یا اسی سے ملتی جلتی کوئی اور بات ہوتی ہے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ ذہبی نے "طبقات القراء" میں الشمس محمد بن احمد بن معطان المقری کے سوانح لکھے ۔ جب انہوں نے ذہبی کا مقالہ دیکھا تو موٹے خط میں اس صفحے پر جہاں ذہبی کی تحریر تھی کچھ ایسی باتیں لکھ دیں جو ذہبی کے لئے بڑی ہتک آمیز تھیں ' اور اس طرح لکھیں کہ ذہبی کی تحریر کا بیشتر حصہ پڑھا نہ جا سکتا تھا۔ جب ذہبی نے اسے دیکھا تو انہوں نے اپنی معجم الشیوخ میں ان کے حالات درج کرتے ہوئے یہ واقعہ بھی بیان کر دیا اور آخر میں لکھا کہ "انہوں نے خود قراء کی فہرست سے اپنا نام مٹا دیا" (۸۹)۔

سخاوی نے ابن المرابط کے مذکورہ الزام کی بھی تردید کی ہے (کہ ذہبی کی تاریخ کے چار حصوں میں سے ایک حصہ غیبت پر مشتمل ہے) چنانچہ وہ العز الکنانی الحنبلی کا قول نقل کرتے ہوئے

فرماتے ہیں: "بیشتر اوقات کوئی بھی تاریخ ان چار حصوں سے خالی نہیں ہوتی۔ یہ کہنا درست نہیں کہ تاریخ کا ایک حصہ محض غیبت پر مشتمل ہے۔ (بلکہ یہ اصل حقیقت ہے جو بیان کرتے ہیں) اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً یہ کہ لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل ہوتی ہے' ان کی خوبیوں کا اعتبار بڑھ جاتا ہے اور ان کی برائیوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ" (۹۰)۔

اور ایک مقام پر ابن المرابط پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" تاریخ وغیرہ ہی کے سبب ابو عمرو بن المرابط نے ذہبی کے حق میں فحش الفاظ استعمال کئے ہیں' وہ ان کی ساری باتوں پر اجمالاً اعتراض کرتے ہیں اور برائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے لیکن ان کی کسی نے نہیں سنی' الٹا اس کے باعث وہ خود جھوٹے کہلائے اور مورد اعتراض بنے اور ان کی بابت یہ رائے ٹھہری کہ وہ حد سے زیادہ متعصب ہیں' جو اللہ کی ناراضگی کا موجب ہے' خاص طور پر اس وجہ سے کہ مشہور یہی تھا کہ انہوں نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ ذہبی نے ان کی اس تعلی کا جواب دیا جس کی رو سے انہوں نے ایک مسئلے میں ذہبی کی رائے کو ہذیان قرار دیا تھا" (۹۱)۔

اور سب سے بڑے ناقد السبکی کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے انہیں سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"السبکی نے جو کچھ کہا ہے اس میں بہت مبالغہ ہے۔ وہ خود بیشتر سوانح میں ذہبی ہی پر تکیہ کرتے ہیں۔ اور حنبلیوں کے خلاف ان کا اپنا تعصب کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے گو میں ذہبی کو بعض باتوں سے جو کہ السبکی نے ان کی طرف منسوب کی ہیں بالکلیہ بری نہیں قرار دیتا' تاہم وہ جو تعصب اور الزام غیبت کی بات کرتے ہیں تو وہ اس میں ذہبی کے برابر کے شریک ہیں ... ہم تو ذہبی کی بزرگی کے لئے یہ دلیل کافی سمجھتے ہیں کہ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے آب زمزم پی کر ان کے مرتبے کو پہنچنے کی دعا مانگی تھی" (۹۲)۔

انہوں نے ایک مقام پر سبکی کی ان عبارتوں کا نمونہ بھی پیش کیا ہے جن سے ان کی عداوت اور تعصب حنابلہ کے بارے میں نمایاں نظر آتا ہے (۹۳)۔

عزالدین الکنانی نے بھی سبکی پر سخت گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے: "ھو رجل قلیل

الادب، عديم الانصاف، جاهل باهل السنة ورتبهم " (۹۴)

(اس شخص میں ادب کی کمی ہے، وہ انصاف سے بے بہرہ ہے، اہل سنت اور ان کے مرتبے سے بے خبر ہے)۔

مذکورہ تصریحات اور درج ذیل دلائل و براہین کی روشنی میں ذہبی پر عائد کردہ الزامات سے اتفاق ممکن نہیں:

ا۔ ذہبی نے شافعی المسلک ہونے کے باوجود دیگر مسالک کے فقہاء و ائمہ کی مدح و تعریف میں بڑی فراخدلی سے کام لیا ہے، بخل کا ثبوت نہیں دیا اور اپنی تصانیف میں جگہ جگہ ان کا تذکرہ کیا ہے اور مذاہب اربعہ کے علماء میں کوئی تفریق نہیں برتی۔ ان کی بے تعصبی اور وسعت قلبی کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے چاروں فقہی مسالک کے ائمہ و فقہاء مثلاً ابوحنیفہ ؒ (م ۱۵۰ھ/۷۶۷ء)، مالک ؒ (م ۱۷۹ھ/۷۹۵ء)، ابویوسف ؒ (م ۱۸۲ھ/۷۹۸ء)، محمد الشیبانی ؒ (م ۱۸۹ھ/ ۸۰۵ء)، شافعی ؒ (م ۲۰۴ھ/ ۸۱۹ء)، اور احمد بن حنبل ؒ (م ۲۴۱ھ/ ۸۵۵ء) وغیرھم کے تراجم پر مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔ اسی طرح اشاعرہ سے علمی اختلاف کے باوجود آپ نے ابوالحسن الاشعری ؒ (م ۳۳۰ھ/ ۹۴۲ء) کی خوب مدح کی ہے اور انہیں اصول دین میں چوتھی صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے۔ (۹۵) البتہ سبکی چونکہ غالی شافعی ہیں اس لئے دیگر مذاہب کے ائمہ اور ان کے ہم مسلک حضرات کی تعریف ان کے دل کو نہیں بھاتی چنانچہ وہ ذہبی کی وسیع الظرفی کو تعصب مذہبی پر محمول کرتے ہیں۔

ب۔ غیر معاصرین کے بارے میں جہاں تک آپ کے ذکرکردہ اقوال وواقعات کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں آپ پر عدم انصاف کا شبہ اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ آپ دوسروں سے نقل کردہ واقعات قلمبند کرتے ہیں اوران کو نقل کرنے میں بھی انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں اور معاصرین کے تذکرہ میں تو آپ نے اپنے بعض معاصرین سے اصول و فروعات میں اختلاف کے باوجود انصاف سے کام لیا ہے اور ان کے فضائل و کمالات ذکر کئے ہیں۔ (جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آ رہی ہے) اور بعض مواقع پر جو تنقید کی ہے اسے قطعاً تعصب خیال نہیں کیا جا سکتا البتہ اسے حق گوئی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

تاہم اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ عمر کے آخری حصہ میں بصارت سے محرومی کی بناء پر بعض علماء کی سیرتیں مرتب کرتے وقت کچھ تساہل ہو گیا ہو، محض اپنے رفقاء اور شاگردوں کی اطلاعات پر اکتفا کر کے انہیں قلمبند کر دیا ہو۔

ج۔ حنابلہ کی مدح و تعریف میں آپ کی مبالغہ آرائی کی وجہ غالباً یہ ہو سکتی ہے کہ آپ چونکہ حافظ الحدیث تھے اور تمام علوم میں سب سے زیادہ شغف اور مناسبت آپ کو علم حدیث سے تھی اور حنبلیوں کے عقائد و نظریات چونکہ زیادہ تر ظاہر حدیث کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے ان کا حنابلہ کی طرف میلان اور ان کی تعریف میں کچھ کہہ دینا قابل اعتراض نہیں، ایک قدرتی امر ہے تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ نے اپنی کتب میں بعض حنبلیوں کے عقائد پر جگہ جگہ نکتہ چینی بھی کی ہے۔ (۹۶)

شوکانی نے بھی "البدر الطالع" میں ذہبی کو ان الزامات سے بری قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "فمصنفاته، تشهد بخلاف هذه المقالة وغالبها الانصاف والذب عن الافاضل و اذاجری قلمه، بالوقیعة فی احد فان لم یکن من معاصریه فهو انما روی ذالک عن غیره وان کان من معاصرین فا الغالب انه، لایفعل ذالک الا مع من یستحق، وان وقع مایخالف ذالک نادرا فهذا شان البشر وکل آخذ یوخذ من قوله ویترک الا المعصوم"۔ (۹۷)۔

(ان کی تصانیف (سبکی کے) اس الزام کے برعکس اس پر شاہد ہیں کہ ان پر انصاف کا غلبہ ہے وہ بکثرت علماء و فضلاء کا دفاع کرتے ہیں اور جب ان کا قلم کسی ایسے شخص پر گرفت کرتا ہے جو ان کے معاصرین میں سے نہیں ہے تو (آپ پر عدم انصاف کا شبہ اس لئے درست نہیں کہ) آپ دوسروں سے نقل کردہ اقوال و واقعات بیان کرتے ہیں اور اگر وہ معاصرین میں سے ہو تو اکثر دیکھا جاتا ہے جو شخص واقعی قابل گرفت ہوتا ہے اسی پر تنقید کرتے ہیں (اور یہ حق گوئی ہے) اور اگر شاذو نادر اس کے برخلاف واقع ہوا ہو تو یہ بشر کی شان ہے (کہ وہ خطا و نسیان کا پتلا ہے) اور ہر شخص کے قول کو قبول یا رد کیا جا سکتا ہے سوائے (نبی) معصوم کے)۔

تاریخ و رجال میں ذہبی کی تصانیف:

تاریخ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اور ذہبی نے اس کی چالیس اصناف بیان کی ہیں (۹۸) جو زیادہ تر سوانح، تاریخ عام، رجال، طبقات، وفیات اور بلدان وغیرہ کو شامل ہیں۔ ان اصناف پر ذہبی نے قابل قدر اور یادگار علمی کتب کا ذخیرہ تیار کیا۔ آپ کا شمار آٹھویں صدی ہجری کے جلیل القدر مورخین میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے ایک طرف اقوام قدیمہ کے مختصر تاریخی حالات کے بیان کے بعد ظہور اسلام سے لے کر تقریباً سات صدیوں تک کے سیاسی و تمدنی حالات سنہ وار درج کئے اور عمومی تواریخ لکھیں اور دوسری طرف انہوں نے روایات کی جانچ پڑتال میں غیر معمولی مورخانہ کاوش و مہارت کا ثبوت دیا۔ ذہبی کی تاریخ میں مہارت کا صحیح اندازہ ان کی اس موضوع پر تصنیف کردہ کتب سے ہو سکتا ہے جو طویل اور عمیق مطالعہ کے بعد تحریر کی گئیں ان میں آپ کا زیادہ تر انحصار یا تو زبانی روایات پر ہوتا ہے یا مستند تاریخی کتب پر۔

ان کتب کی تعداد اور ان کے خصائص و امتیازات کا احاطہ اس مختصر مقالے میں تو ممکن نہیں تاہم تاریخ کے موضوع پر ان کی اہم تصانیف اور ان کا تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(ا) تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الاعلام:

تاریخ کے موضوع پر آپ کی سب سے بلندپایہ، ضخیم اور مشہور تصنیف ہے جس میں ابتداء اسلام سے ۷۰۰ھ تک کے واقعات سنہ وار تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ستر طبقات میں منقسم ہے اور ہر دس سال کے واقعات و حوادث ایک طبقہ میں شمار کئے ہیں۔ اس میں سیاسی واقعات کے ساتھ ساتھ ہر دور سے تعلق رکھنے والے خلفاء و سلاطین، علماء و فضلاء کے مختصر حالات اور ان کے سنین وفات کا ذکر ہے۔ یہ کتاب اپنی جامعیت و وسعت کے اعتبار سے سیاسی اور علمی تاریخ کا گراں بہا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کتاب کی افادیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں بعض اہم واقعات کو قلمبند کر دیا ہے جنہیں ابن الاثیر نے "الکامل فی التاریخ" میں نظرانداز کر دیا ہے مثلاً ۱۔ سلجوقیوں، ایوبیوں اور مغول کے حملوں کی تاریخ، ۲۔ اسلام کی اندرونی نشوونما خاص کر باطنی اور شیعی فرقوں کی، ۳۔ مغرب میں اسلام کی حالت۔ (۹۹)

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت جو خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ/۱۰۷۰ء) اور ابن عساکر (م ۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء) کی کتب میں موجود نہیں، یہ ہے کہ ذہبی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے

تذکرہ میں ان کی روایات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جو کتب صحاح میں موجود ہیں۔

تاریخ الاسلام کے ابتدائیہ میں اپنی کتاب کا تعارف پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں نے اس کتاب کے جمع کرنے میں بڑی کاوش صرف کی اور اس کو متعدد ایسی تصانیف سے اخذ کیا جن کی بدولت انسان کو ماضی کی ساری تاریخ کا علم حاصل ہوتا ہے یعنی تاریخ اسلام کے آغاز سے لے کر ہمارے اس دور تک کے بڑے بڑے خلفاء' قراء' زھاد' محدثین' علماء' سلاطین' وزراء' نحوئین اور شعراء' سب کی وفات کی تاریخوں کا علم اور ان کے طبقہ' زمانہ اور اساتذہ کا علم اور مختصر عبارت اور قلیل الفاظ میں ان سے متعلقہ اخبار' مشہور فتوحات' یادگار لڑائیوں اور قابل تحریر عجیب واقعات کا علم حاصل ہوتا ہے' طوالت اور تفصیل سے گریز کرتے ہوئے میں صرف ان لوگوں کا ذکر کرونگا جو مشہور یا قریب قریب مشہور ہیں اور ان لوگوں کو چھوڑ دوں گا جو غیر معروف یا قریب قریب غیر معروف ہیں اور صرف بڑے بڑے واقعات کی طرف اشارہ کرونگا اس لئے کہ اگر میں ایک ایک کر کے تمام سوانح اور واقعات کو لوں تو کتاب سو بلکہ اس سے بھی زیادہ جلدوں میں پھیل جائے گی۔ اس میں سو ایسی ہستیوں کا ذکر ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان کے حالات پچاس جلدوں میں بیان کر سکتا ہوں۔" (۱۰۰)

بعدازاں ان مآخذ کی طویل فہرست پیش کی ہے جن سے ذہبی نے کتاب کی ترتیب و تدوین میں استفادہ کیا ہے' ان میں سے مشہور یہ ہیں مثلاً دلائل النبوہ للبیھقی۔ السیرۃ النبویہ لابن اسحاق' مغازی لابن عائذ الکاتب' الطبقات الکبری لابن سعد' تاریخ البخاری' الفتوح لسیف بن عمر' النسب لزبیر بن بکار' المسند لاحمد بن حنبل' الکامل لابن عدی' تاریخ ابن الاثیر' تاریخ ابن الفرضی' الصلتہ' لابن بشکوال اور تکملہ لابن الاباری وغیرہ مشہور ہیں۔ (۱۰۱)

ابن عماد حنبلی (م ۱۰۸۹ھ/۱۶۷۸ء) "المنھل الصافی" کے حوالے سے لکھتے ہیں: "تاریخ الاسلام الکبیر ۲۱ (اکیس) جلدوں میں ہے" (۱۰۲) اس کتاب کے پانچ اجزاء مصر سے ۱۳۶۷ھ میں طبع ہوئے بعد ازاں ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء میں اس کے ستائیس اجزاء دکتور عمر عبدالسلام تدمری کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دارالکتاب العربی۔ بیروت سے طبع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے جلد اول مغازی' "جلد دوم سیرت نبوی" اور جلد سوم "سیرت خلفاء راشدین" پر مشتمل ہے۔ تاحال اس کے بعض

اجزاء غیر مطبوع ہیں ۔

کتاب مذکور کی ضخامت کے پیش نظر اس کے اختصارات بھی تیار کئے گئے جن میں سے دو خود ذہبی کے تیار کردہ ہیں ۔ (ا) ۔ دول الاسلام۔ (۲) ۔ العبر فی خبر من غبر ۔

سبکی لکھتے ہیں : " لقد صنف تاریخ الکبیر ... والتاریخ الاوسط ' المسمی بالعبر ... والصغیر المسمی دول الاسلام " (۱۰۳)

ا۔ دول الاسلام :

یہ تاریخ اسلام کا اختصار ہے جو "التاریخ الصغیر" کے نام سے بھی معروف ہے۔ اس میں سیرت طیبہ سے متعلق مواد حذف کر دیا ہے اور صرف سنین اور وفیات کا حصہ باقی رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے لے کر ۷۱۵ھ تک ہر سنہ کا عنوان قائم کر کے اس سال کے اہم واقعات مختصر الفاظ میں نقل کر دیئے ہیں۔ ذہبی نے اس کا ذیل بھی تیار کیا۔ (۱۰۴)

۲۔ العبر فی خبر من غبر :

یہ بھی سیر و تراجم اور حوادث سے متعلق تاریخ الاسلام کا انتہائی عمدہ اختصار ہے اور التاریخ الاوسط کے نام سے بھی معروف ہے ۔ اس میں ۷۴۰ھ تک کے واقعات کو اختصار سے پیش کیا ہے ۔ ذہبی العبر' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

"ھذا تاریخ مختصر علی السنوات اذکر فیہ ما قدر لی من اشتہر الحوادث والوفیات مما یتعین علی الذکی حفظہ وینبغی للطالب ضبطہ' ویتحتم علی العالم اختصارہ۔" (۱۰۵)

العبر اپنی بے شمار خوبیوں کی بناء پر اہل علم کے ہاں متداول رہی ہے۔ متعدد علماء نے اپنی کتب تاریخ میں اس پر اعتماد کیا ہے اور اس کے حوالے نقل کئے ہیں بالخصوص ابن العماد حنبلی نے "شذرات الذھب " میں اور مورخ دمشق النعیمی نے "تنبیہہ الطالب" میں (جو "الدارس فی تاریخ المدارس" کے نام سے طبع ہوئی ہے)۔

اگرچہ مذکورہ دونوں کتب تاریخ الاسلام (یا التاریخ الکبیر) ہی کے اختصارات ہیں تاہم ان

کے مطالعہ و موازنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مورخ موصوف نے تلخیص و اختصار کے ساتھ ساتھ ان میں کچھ اضافے بھی کئے ہیں جو اصل کتاب میں موجود نہیں مثلاً تاریخ الاسلام' صرف ۷۰۰ھ تک کے احوال و واقعات کا احاطہ کرتی ہے جب کہ دول الاسلام ۷۱۵ھ تک اور العبر ۷۴۰ ھ تک کو شامل ہے۔ اس سے ان کتب کی اہمیت و افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

(ب) تذکرۃ الحفاظ یا "طبقات الحفاظ" (۱۰۶)

یہ کتاب صحابہ کرام سے لے کر مولف کے دور تک کے حفاظ حدیث کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حفاظ حدیث کو گیارہ طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مولف نے کتاب میں کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں کیا جو حافظ حدیث نہ ہو۔ چنانچہ ابن قتیبہ اور خارجہ بن زید کو قلیل الحدیث ہونے کی بناء پر حفاظ حدیث میں شمار نہیں کیا اور ہشام بن کلبی اور واقدی کو حافظ الحدیث ہونے کے باوجود متروک الرواۃ ہونے کے سبب حفاظ حدیث میں شامل نہیں کیا۔ (۱۰۷)

یہ کتاب حضرت ابوبکر کے حالات سے شروع ہو کر ابن تیمیہ اور حافظ مزی (م ۷۴۲ھ/۱۳۴۱ء) کے حالات پر ختم ہوتی ہے آخر میں ذہبی نے فن حدیث و رجال میں جن شیوخ سے تعلیم حاصل کی ان کے مختصر حالات درج کئے ہیں اس کتاب کا سب سے مشہور خلاصہ اور تکملہ سیوطی نے --- "ذیل طبقات الحفاظ" کے نام سے کیا اور کہیں کہیں تراجم میں مفید اضافے بھی کئے' ان میں ذہبی کے معاصرین سے لے کر اپنے دور تک کے حفاظ حدیث کو شامل کیا ہے ۔ اس کے علاوہ دو مشہور ذیل ہیں جن میں سے ایک ابوالمحاسن محمد بن علی الحسینی (م ۷۶۵ھ/۱۳۶۴ء) کا ہے اور دوسرا ذیل " لحظ الالحاظ بذيل طبقات الحفاظ " کے نام سے تقی الدین محمد بن فہدالمکی (م ۸۷۱ ھ/۱۴۶۶ء) نے تیار کیا۔ (۱۰۸) ابن شہبۃ (م ۸۵۱ھ/۱۴۴۷ء۔ ۱۴۴۸ء) کی "طبقات الشافعیہ" کی بنیاد یہی تذکرہ الحفاظ ہے۔

(ج) سیر اعلام النبلاء:

یہ کتاب عالم اسلام کی ان مشہور شخصیات کے تذکرے پر مشتمل ہے جو ابتداء اسلام سے مولف کے دور یعنی ۷۰۰ ھ تک گزری ہیں اور جن کا تعلق معاشرے کے مختلف طبقوں سے ہے مثلاً خلفاء' سلاطین' امراء وزراء' قضاہ' قراء' محدثین' مفسرین' فقہاء' ادباء' اصحاب اللغۃ' نحاۃ'

شعراء ' (زہاد' فلاسفہ اور متکلمین وغیرہ۔ تاہم محدثین کے تذکروں کو زیادہ ترجیح و اہمیت دی گئی ہے۔ کتاب کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے صاحب تذکرہ کا نام' نسب ' لقب' کنیت اور نسبت وغیرہ ذکر کی جاتی ہے پھر تاریخ ولادت ' تعلیم و تربیت اور مختلف علوم و فنون میں اس کی مہارت ' اس کے شیوخ و تلامذہ' ثقہ علماء کے ہاں اس کا مرتبہ و مقام' اس کے علمی و ادبی یا اجتماعی آثار وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ آخر میں تاریخ وفات ذکر کرتے ہیں اور مختلف فیہ امور میں راجح قول کی تعیین کرتے ہیں۔

کتاب ہذا اگرچہ " تاریخ الاسلام " سے ماخوذ ہے تاہم ایسے اخبار و واقعات بکثرت اس میں مندرج ہیں جن سے تاریخ الاسلام ساکت ہے۔ اس کے علاوہ تحقیق و تنقید کے پہلو سے بھی اس میں مفید اضافے موجود ہیں۔

سیر میں مولف نے بعض مشہور اہل علم کا بڑی تفصیل سے تذکرہ کیا ہے جو ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً ابو حنیفہ ' ابو یوسف ' محمد بن الحسن' عائشہ ' سعید بن المسیب اور ابن حزم وغیرہم۔

صفدی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں : " ولہ فی تراجم الاعیان لکل واحد مصنف قائم الذات۔ ولکنہ' ادخل الکل فی تاریخ النبلاء ۔" (۱۰۹)

ذہبی نے ایک جلد میں اس کا ذیل بھی لکھا تھا مگر وہ دستیاب نہیں (۱۱۰)

سیر اعلام النبلاء ۲۳ جلدوں میں موسسۃ الرسالۃ بیروت سے ۱۴۰۱ ھ / ۱۹۸۱ء میں طبع ہو چکی ہے۔

(و) المشتبہ فی اسماء الرجال : اسماء ھم و انسابھم :

ذہبی نے اس کتاب میں ان مشتبہ راویوں کا بالاختصار ذکر کیا ہے جن کے اسماء ' انساب ' کنیت اور القاب میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ (۱۱۱)

(ھ) معجم الشیوخ :

حدیث ' رجال اور قراءت وغیرہ علوم کے جن اساتذہ سے ذہبی نے علم کی تحصیل یا

روایت کی ہے ان کا تذکرہ آپ نے تین معاجم میں کیا ہے۔

(۱) معجم الشیوخ الکبیر (۱۱۲) اس میں ایک ہزار تین سو سے زائد شیوخ و اساتذہ کا تذکرہ ہے۔

(۲) معجم الشیوخ الاوسط (۱۱۳)

(۳) المعجم الصغیر۔ یہ اساتذہ کے حالات پر مشتمل مختصر تذکرہ ہے (۱۱۴)

(و) المعجم المختص بمحدثی العصر:

اس کتاب میں ذہبی نے اپنے زمانہ کے مشہور محدثین اور اپنے تلامذہ کے حالات تحریر کئے ہیں۔ مثلاً ابن تیمیہ، البرزالی اور المزی وغیرہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (۱۱۵)

(ز) معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار:

مشہور قراء کے حالات پر مبنی یہ کتاب سترہ طبقوں میں منقسم ہے اور یہ دراصل تاریخ الاسلام ہی سے ماخوذ ہے۔ اس کی ابتداء حضرت عثمان کے تذکرہ سے ہوتی ہے اور ابن الزیات (م ۷۳۰ھ/۱۳۳۰ء) کے حالات پر ختم ہوتی ہے۔ (۱۱۶) اس کتاب کی مقبولیت کے پیش نظر بہت سے اہل علم نے اس پر ذیول لکھے۔ مثلاً ابوالمحاسن الحسینی (۱۱۷) عفیف الدین عبداللہ بن محمد المطری (م ۷۶۵ھ/۱۳۶۳ء) (۱۱۸) اور شمس الدین محمد ابن محمد الجزری (م ۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء)۔ موخر الذکر نے ذہبی کی کتاب پر بہت سے اضافے کئے اور تراجم میں بھی بہت کچھ بڑھایا (۱۱۹) اور نہایۃ الدرایات فی اسماء رجال القرآت، لکھی پھر غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء" کے نام سے اس کی تلخیص کی۔ یہ کتاب حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کی گئی (۱۲۰) العز بن فہد عبدالعزیز بن عمر (م ۹۲۱ھ/۱۵۱۷ء) نے ذہبی کی کتاب کو حروف معجم کے مطابق مرتب کیا۔ (۱۲۱)

(ح) میزان الاعتدال فی نقد الرجال:

کتاب ہذا میں مولف نے حروف معجم کی ترتیب پر دس ہزار نو سو سات ایسے راویوں کا ذکر کیا ہے جو کذاب، وضاع، متہم، متروک، ضعیف، مجہول، مبتدع یا متکلم فیہ ہیں۔ ذہبی کے بقول انہوں نے اسے اپنی کتاب "المغنی فی الضعفاء" (۱۲۲) کے بعد تصنیف کیا ہے۔ اور اس میں کئی راویوں کے اضافہ کے ساتھ ساتھ عبارتوں کو بھی طول دیا ہے۔ (۱۲۳) اگرچہ اس کتاب کا

اصل موضوع ضعفاء ہیں تاہم اس میں ثقات کی بھی کافی تعداد موجود ہے جنہیں مصنف نے ان کی توثیق اور ان پر کئے گئے کلام کی تضعیف کو ثابت کرنے کے لئے ذکر کیا ہے۔ صاحب کتاب راویوں کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کی آراء کو نقل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان پر جرح و تنقید کرتے ہیں۔ مثلاً ابان یزید العطار کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: " قد اورده ایضا العلامة ابن الجوزی فی الضعفاء ولم یذکر فیه اقوال من وثقه وهذا من عیوب کتابه لیسرد الجرح ویسکت عن التوثیق "۔ (١٢٤)

(اسے ابن الجوزی نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے اور جن حضرات نے اس کی توثیق کی ہے ان کے اقوال ذکر نہیں کئے اور یہ ان کی کتاب کے عیوب میں سے ہے کہ جرح (کے اقوال) تو ذکر کرتے ہیں اور توثیق (کے اقوال) سے سکوت اختیار کرتے ہیں)۔ چنانچہ ذہبی دیگر ائمہ کے توثیق اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: " بل هو ثقة حجة "۔ (١٢٥)

اس طرح کی بے شمار مثالیں کتاب میں موجود ہیں کہ بہت سے مورد جرح راویوں کی دلائل کے ساتھ توثیق کرتے ہیں اور بعض کی تضعیف بھی۔ (١٢٦)

معاصرین اور متاخرین نے اسے انتہائی اہم، مفید اور عمدہ تصنیف قرار دیا ہے۔ سبکی لکھتے ہیں: " هو من اجل الکتب "۔ (١٢٧) ابن حجر (٨٥٢ھ/١٤٤٩ء) کے نزدیک اسماء مجروحین پر حفاظ کی تحریر کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ جامع میزان الاعتدال ہے۔ فرماتے ہیں: الف الحفاظ فی اسماء المجروحین کتبا کثیرة، کل منهم علی مبلغ علمه و مقدار ما وصل الیه اجتهاده، ومن اجمع ما وقفت علیه فی ذالک کتاب "المیزان" الذی الفه، الحافظ ابو عبدالله الذهبی "۔ (١٢٨) ابن حجر نے اس کا خلاصہ اپنی کتاب "لسان المیزان" میں شامل کیا ہے۔

سخاوی اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں: وعول علیه من جاء بعده " (١٢٩) (بعد میں آنے والے لوگ اس کے محتاج ہیں)

(ط) سیر و تراجم مفردہ:

حافظ موصوف نے مشہور صحابہ و تابعین، فقہاء و محدثین کے تذکروں پر مستقل کتب بھی تصنیف کیں جو منفرد اسلوب اور عمدہ مضامین کے اعتبار سے انتہائی مفید ہیں۔ ان میں سے

بعض کے تفصیلی تذکرے "سیر اعلام النبلاء" میں موجود ہیں ۔ مشہور کتب یہ ہیں ۔ اخبار ام المومنین عائشہ ' التبیان فی مناقب عثمان ' ترجمہ ابی حنیفہ ' ترجمہ ابی یوسف القاضی ' ترجمہ احمد بن حنبل ' ترجمہ الشافعی ' ترجمہ الشیخ الموفق (ابن قدامہ المقدسی) ' ترجمہ محمد بن الحسن الشیبانی ' توقیف اھل التوفیق علی مناقب الصدیق ' الدر ۃ الیتیمہ فی سیر ۃ التیمیتہ ' سیر ۃ الحلاج ' سیر ۃ ابی القاسم الطبرانی ' سیر ۃ سعید بن المسیب ' سیر ۃ ' عمر بن عبدالعزیز ' فتح المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب ' مناقب البخاری ' نعم السمر فی سیر عمر ۔ (۱۳۰)

(ی) تلخیصات و مختصرات اور ان کا اسلوب :

تاریخ و رجال پر مبنی دیگر مولفین کی جن کتابوں کی ذہبی نے تلخیص کی اور ان کے اختصارات تیار کیے وہ حسب ذیل ہیں ۔

تجرید اسماء الصحابہ :

یہ کتاب دراصل ابن اثیر کی "اسد الغابتہ " کا اختصار ہے البتہ مولف نے اس میں اضافے بھی کیے ہیں ' اس میں صحابہ کرام کے ناموں کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی دی گئی ہے ۔ (۱۳۱)

تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال :

حافظ مزی نے تہذیب الکمال کے نام سے صحاح ستہ کے راویوں کے حالات پر تیرہ جلدوں میں ایک کتاب لکھی ۔ ذہبی نے پانچ جلدوں میں اس کی تلخیص کی اور حروف معجم پر اس کی ترتیب رکھی ۔ (۱۳۲)

الکاشف فی معرفتہ من لہ ' روایتہ فی الکتب السنتہ :

یہ کتاب بھی شیخ مزی کی تھذیب الکمال کا اختصار ہے (۱۳۳) سبکی نے اس مختصر کی "مجلد نفیس " کے الفاظ کے ساتھ تعریف کی ہے (۱۳۴)

دیگر مختصرات میں سے مشہور یہ ہیں ۔ مختصر "انباہ الرواہ علی انباء النحا ۃ " لابن القفطی ' مختصر "الانساب" لابی سعد السمعانی ' مختصر "تاریخ بغداد" للخطیب البغدادی ' مختصر "تاریخ دمشق" لابن عساکر ' مختصر " تاریخ مصر" لابن یونس ' مختصر " تاریخ نیسابور " لابی عبداللہ الحاکم ' مختصر "تحفہ الاشراف

معرفہ الاطراف " للمزی ، مختصر " ذیل تاریخ بغداد " لابی سعد السمعانی ، مختصر "الروضتین فی اخبار الدولتین لابی شامہ ، المختصر المحتاج الیہ من تاریخ ابن دبیثی ، (۱۳۵) مختصر "المعجب فی تلخیص اخبار المغرب " للمراکشی، مختصر "وفیات الاعیان" لابن خلکان۔

"المنتقی" کے نام سے جن کتب تاریخ سے آپ نے انتخاب کیا ان میں منتقی "الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب لابن عبدالبر ، المنتقی من "تاریخ ابی الفداء" ، " المنتقی من تاریخ خوارزم" ، المنتقی من "معجم الشیوخ" یوسف بن خلیل الدمشقی ، المنتقی من معرفتہ الصحابہ لابن مندہ، المنتقی من "منہاج الاعتدال فی نقض کلام اہل الرفض والاعتزال لابن تیمیہ"۔ (۱۳۶) مشہور ہیں۔

جن کتب تواریخ کی تلخیصات و مختصرات آپ نے تیار کیں ان کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے محض نقل و اختصار پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان پر کئی اضافے بھی کئے، تعلیقات و حواشی کے ذریعہ متن کتاب کی توضیح کی، جہاں کہیں اصل مولف کتاب کی رائے سے اختلاف کیا وہاں ٹھوس دلائل کے ساتھ اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی۔ چنانچہ ان کی مختصرات تحقیق و تعلیق و تدقیق کا بہترین نمونہ ہیں۔ چنانچہ ابن الاثیر کی کتاب "اسد الغابتہ" کے اختصار "تجرید اسماء الصحابتہ" میں آپ نے دیگر کتب تاریخ سے استفادہ کرتے ہوئے متعدد اضافے کئے ہیں۔

شیخ مزی کی "تھذیب الکمال" کے اختصار "الکاشف" میں بھی ذہبی نے بعض ائمہ جرح و تعدیل کی آراء سے اختلاف کرتے ہوئے ان کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور بہت سے ایسے اضافے کئے ہیں جو اصل کتاب میں موجود نہیں۔ یہ کتاب آپ کے علمی تبحر کا واضح ثبوت ہے۔ ایک اہم اور مفید اضافہ جو ان مختصرات میں نظر آتا ہے یہ ہے کہ ذہبی ان حضرات کی تواریخ وفات بھی ذکر کرتے ہیں جو اصل کتاب میں مذکور نہیں ہوتیں۔ مثلاً ابن الدبیثی نے اپنی تاریخ میں ۶۲۱ھ کے بعد فوت ہونے والی شخصیات کے سنین وفات ذکر نہیں کئے اس لئے کہ یہی کتاب کا سن تالیف ہے۔ ذہبی نے اس کے اختصار میں ان کے سنین وفات ذکر کر کے کتاب کی معلومات میں مفید اضافہ کیا ہے۔ (۱۳۷)

فن تاریخ میں ذہبی کے امتیازی خصائص:

ذہبی اپنے بعض امتیازی خصائص کی بناء پر مورخین میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ یہاں

چند خصوصیات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:۔

(ا) وسعت علمی و جامعیت:

ذہبی کی ایک نمایاں خصوصیت جو انہیں دیگر مورخین سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ آپ کسی مخصوص زمانے، مخصوص گروہ یا مخصوص جماعت کے ذکر پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ آپ کی بیشتر تصانیف ظہور اسلام سے اپنے زمانے تک تمام اکابر کے احوال اور ہر زمانے کے حوادث و واقعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ مثلاً تاریخ پر آپ کی سب سے اہم اور ضخیم کتاب "تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام" اسلام کی مبسوط تاریخ ہے جو ابتداء اسلام سے لے کر ۷۰۰ھ تک کے واقعات کا سنہ وار احاطہ کرتی ہے۔ "تذکرۃ الحفاظ" جسے آپ نے طبقات کے اعتبار سے مرتب کیا ہے اس میں حفاظ کے تذکروں کے ساتھ ساتھ ہر دور کے سیاسی، ثقافتی، اور اجتماعی حالات کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ (۱۳۸) مختلف شخصیات کے ضمن میں بیان کردہ حالات وواقعات سے ان کے دور اور ماحول کی نمایاں تصویر اجاگر ہو جاتی ہے۔ "سیر اعلام النبلاء" میں ذہبی مشہور اعلام وشخصیات کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ رواۃ کی ان مرویات کی تعداد بھی متعین کرتے ہیں جو مشہور کتب حدیث مثلاً صحیحین، سنن اربعہ اور مسند بقی بن مخلد وغیرہ میں موجود ہیں۔ مثلاً ابوعبیدہ بن الجراح کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: " له فی صحیح مسلم حدیث واحد وله فی جامع ابی عیسی حدیث و فی مسند بقی له خمسة عشر حدیثا "۔ (۱۳۹)

بہت کم دیکھا گیا ہے کہ رواۃ حدیث میں سے کسی کی مرویات کی طرف سیر میں اشارہ نہ کیا ہو اس سے آپ کی دقت نظر اور وسعت علمی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

فن رجال میں آپ کی وسعت علمی کا اعتراف کرتے ہوئے سبکی لکھتے ہیں:

"انه، کان شیخ الجرح والتعدیل و رجل الرجال، وکانما جمعت الامة فی صعید واحد فنظرها ثم اخذ یعبر عنها اخبار من حضرها"۔ (۱۴۰)

تاریخ و سیر و رجال میں آپ کی وسعت نظر کا اندازہ ان کتب سے بخوبی ہو سکتا ہے جو اس موضوع پر تصنیف کی گئی ہیں اور جن کی تعداد (۷۸) اٹھہتر کے قریب ہے جبکہ مختصرات تقریباً بتیس ہیں ۔ ان میں سے بعض کتب متعدد ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔

۲۔ تحقیق و تنقید:

قدیم کلاسیکی عرب مصنفین کے بعد کے تقریباً تمام مصنفوں کی طرح ذہبی کی حیثیت اگرچہ ایک مدون اور مرتب کی تھی تاہم ان کی تصانیف اس لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان کی ترتیب میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور ان میں برابر ماخذ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ (۱۴۱) وسیع مطالعہ، کامل ادراک اور فطری ذکاوت وفطانت نے ذہبی کو نقد کی طرف متوجہ کیا اور اس میدان میں خصوصی امتیاز حاصل کیا۔ رجال پر نقد و جرح اور اصول نقد پر آپ کی تالیفات میں سے "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" اور ایک رسالہ "ذکر من یوتمن قولہ فی الجرح والتعدیل" خاص طور پر شہرت رکھتی ہیں۔ اول الذکر کتاب ہر دور میں علماء و حفاظ کے ہاں مقبول و متداول رہی اور معاصرین وغیر معاصرین سے خراج تحسین وصول کرتی رہی ہے۔ (۱۴۲) جب کہ موخر الذکر رسالہ اصول النقد اور طبقات النقاد کے موضوع پر اہم اور قیمتی مواد پر مشتمل ہے۔ (۱۴۳)

ذہبی نقد و جرح میں متاخرین کی آراء ہی کی توثیق نہیں کرتے بلکہ اس فن سے خصوصی مناسبت کی وجہ سے بعض اوقات ان کی بعض آراء سے اختلاف بھی کرتے ہیں جن کی تائید کسی قوی دلیل سے نہیں ہوتی۔ (۱۴۴)

ان رواۃ کی توثیق میں جو علماء جرح و تعدیل کے ہاں مورد جرح ہیں آپ نے دو کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن میں سے ایک " رسالة فی الرواة الثقات المتکلم فیهم بما لا یوجب ردهم " (۱۴۵) اور دوسری کتاب " من تکلم فیه وهو موثق " ہے۔

ذہبی رجال پر نقد و جرح کے ساتھ ساتھ ان کتب پر بھی تنقید کرتے ہیں جو آپ کے مطالعہ میں آئیں یا جن کی مختصرات آپ نے تیار کیں یا جن سے آپ نے اخذو استفادہ کیا۔ مثلاً ابن جوزی (م ۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء) کی "الضعفاء" جس کی آپ نے تلخیص کی اور اس کا ذیل تیار کیا۔ اس کتاب پر آپ نے سخت تنقید کی ہے کہ ابن جوزی نے اس میں بعض ثقہ اشخاص کو ضعفاء میں شمار کر دیا ہے۔ (۱۴۶) اسی طرح ابو جعفر العقیلی (م ۳۲۲ھ / ۹۳۴ء) کی کتاب "الضعفاء" پر بھی آپ نے جرح کی ہے اس لئے کہ اس میں بھی بعض ثقات کو ذکر کر دیا گیا ہے۔ (۱۴۷)

چنانچہ اس فن میں کامل مہارت اور دسترس کی بناء پر آپ کو شیخ الجرح والتعدیل بھی کہا جانے لگا جیسا کہ سبکی نے "طبقات الشافعیہ" میں ذکر کیا ہے۔ (۱۴۸)

ابن ناصر الدین (م ۸۴۲ھ/۱۴۳۸ء) بھی آپ کی اسی خوبی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " ناقد المحدثین و امام المعدلین والمجرحین .. وکان آیۃ فی نقد الرجال، عمدۃ فی الجرح والتعدیل "۔ (۱۴۹)

شمس الدین سخاوی فرماتے ہیں: " وھو من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال "۔ (۱۵۰)

بعد میں آنے والے ناقدین و مورخین نے آپ کے اقوال سے بھرپور استفادہ کیا اور انہیں اپنی کتابوں میں جگہ دی۔ (۱۵۱)

۳۔ بے تعصبی و فراخدلی:

ذہبی اپنی کتب کو کسی ایک فرقے یا مسلک سے تعلق رکھنے والے علماء و فقہاء تک محدود نہیں رکھتے بلکہ تمام مذاہب و مسالک کے علماء و فضلاء حتی کہ فرقہ امامیہ کے اہل علم وفضل کو بھی شامل کرتے ہیں اور صاحب ترجمہ کے مخصوص عقیدہ اور اس کے انحراف و شذوذ کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے علمی و دینی کمالات کا فراخدلی سے اعتراف کرتے ہیں۔ باوجود شافعی المسلک ہونے کے چاروں مسالک کے ائمہ و فقہاء مثلاً ابوحنیفہؒ، قاضی ابویوسفؒ، محمد بن حسن الشیبانیؒ، شافعیؒ، مالکؒ، اور احمد بن حنبلؒ کے تراجم پر مستقل کتب تصنیف کیں۔ اگرچہ سبکی نے حنابلہ کے معاملہ میں آپ پر متعصب ہونے کا الزام لگایا ہے مگر جیسا کہ سابقہ صفحات میں دلائل کے ساتھ تردید کی جا چکی ہے کہ ان کی صاف گوئی اور وسیع ظرفی کو تعصب پر محمول کرلیا گیا اس لئے یہ الزام قابل اعتناء نہیں۔

۴۔ حق گوئی وصاف بیانی:

ذہبی کے ہاں یہ خوبی بھی پائی جاتی ہے کہ وہ کسی کی مدح و توصیف کرتے وقت اس کے قابل گرفت پہلوؤں کو نظرانداز نہیں کرتے اور نہ ہی کسی پر تنقید کرتے ہوئے اس کے فضائل و کمالات سے اغماض برتتے ہیں۔ بلکہ صاف گوئی سے کام لیتے ہیں۔ اپنے بیٹے ابوہریرۃ عبدالرحمن

کے متعلق لکھتے ہیں: " انہ حفظ القرآن ثم تشاغل عنہ حتی نسیہ " (۱۵۲) ۔ (انہوں نے قرآن حکیم حفظ کیا پھر اس سے غفلت برتی حتی کہ اسے بھلا دیا)۔ باوجودیکہ ذھبی نے ابن تیمیہ سے ان کی بعض تالیفات اور مسند احمد کی اجازت حاصل کرلی تھی اور بلحاظ اخذ سند ان کا ذکر "معجم الشیوخ" میں بھی کیا ہے اور ان کی وفات پر ایک مرثیہ بھی تحریر کیا ہے اور ان کے فضائل و کمالات پر مستقل کتاب بھی تحریر کی ہے تاہم ذھبی کو ان کے علمی تبحر اہلیت و قابلیت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ان کے شاذ خیالات اور بے باکانہ تعبیرات سے اختلاف بھی رہا (۱۵۳) ۔ چنانچہ رسالہ "زغل العلم والطلب" میں ان پر کڑی تنقید کی ہے۔ (۱۵۴)

ذھبی نے اگرچہ جعفر محمد بن عمرو العقیلی (م ۳۲۲ھ / ۹۳۴ء) کی کتاب الضعفاء پر تنقید کی ہے کہ انہوں نے بعض ثقات کو ضعفاء میں شمار کیا ہے (۱۵۵) مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی خوبیوں اور کمالات کا اعتراف بھی کیا ہے۔ فرماتے ہیں: " ان کتاب العقیلی مفید " (۱۵۶)

۵۔ معاصرین کے علمی مرتبہ و مقام کا اعتراف:

معاصرت سے منافرت کا پیدا ہونا ایک بدیہی حقیقت ہے۔ مشہور ہے "المعاصرۃ اثر المنافرۃ " ہر دور میں معاصرین کے ہاں باہمی چشمک، طعن و تشنیع، حسد و رقابت، مناقشات و مناظرات کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ تاریخ کا کوئی دور بھی اس سے خالی نہیں رہا۔ اسی بناء پر علماء نے لکھا ہے: " لو... أخذنا بقول المعاصرین بعضھم فی بعض لما سلم لنا أحد من الائمۃ بل اجل الصحابۃ والتابعین "۔ (اگر ہم معاصرین کے اقوال کو ایک کا قول دوسرے کے بارے میں تسلیم کرلیں تو ہمارے لئے ائمہ میں سے بلکہ جلیل القدر صحابہ اور تابعین میں سے کوئی محفوظ نہ رہے (سب داغدار ہو جائیں)۔

اس حقیقت کے باوجود ذھبی معاصرت کے اس اثر سے پاک نظر آتے ہیں۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ مورخین مشاہیر کا تذکرہ لکھتے وقت ہم عصر علماء سے صرف نظر کرلیتے ہیں جب کہ ذھبی اس کے برعکس معاصرین کے علمی مقام اوران کے کمالات و خصائص کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں اور یہ ان کے انکسار اور انصاف پر بین دلیل ہے۔

اپنے شیخ اور رفیق مزی کے متعلق لکھتے ہیں: " العلامۃ انا لحافظ البارع استاذ الجماعۃ ...

محدث الاسلام " (۱۵۷) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: " کان خاتمة الحفاظ وناقد الاسانید والالفاظ وھو صاحب معضلاتنا وموضح مشکلاتنا " (۱۵۸)

اپنے رفیق علم الدین برزالی کے بارے میں "معجم الشیوخ" میں لکھتے ہیں : الامام الحافظ المتقن الصادق الحجة مفیدنا ومعلمنا ورفیقنا محدث مورخ العصر " (۱۵۹)

حافظ موصوف ان معاصرین کا تذکرہ بھی فراخدلی سے کرتے ہیں جن سے اکثر معاصرین برہم رہتے تھے مثلاً ابن تیمیہ سے باوجود اصولی و فروعی مسائل میں اختلاف کے ان کی مدح و ثناء اور علمی رفعت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:" وھو اکبر من ان ینبه علی نعوته فلو حلفت بین الرکن والمقام لحلفت انی ما رایت بعینی مثله ولا واللہ ما رأی ھو مثل نفسه فی العلم " (۱۶۰) (ان کا مقام اس سے کہیں ارفع واعلی ہے کہ ان کی مدح و تعریف کی جائے اور اگر خانہ کعبہ میں عین رکن و مقام کے درمیان مجھے اس بات کی قسم دی جائے کہ میری آنکھوں نے ان کا مثل دیکھا نہ خود انہوں نے اپنا ہم مثل دیکھا تو میں ضرور اس کی قسم کھاوں گا)۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ابن تیمیہ کے علمی و عملی اوصاف و کمالات پر " الدرة الیتیمیه فی سیرة التیمیه کے نام سے مستقل کتاب تحریر کی اور وفات پر ایک مرثیہ بھی تحریر فرمایا۔ (۱۶۱)

معاصر علماء و محدثین کے تذکرہ پر آپ کی ایک مستقل تصنیف " المعجم المختص بمحدثی العصر " کے نام سے موجود ہے جو اپنے اسلوب کے اعتبار سے انتہائی عمدہ تصنیف ہے۔

۶۔ وفیات کا اہتمام:

قدیم مورخین کی کتب میں وفیات (تواریخ وفات) کا اہتمام بہت کم پایا جاتا ہے۔ ذھبی "تاریخ الاسلام" کے ابتداء میں لکھتے ہیں: " ولم یعتن القدماء بضبط الوفیات کما ینبغی ' بل اتکلوا علی خفظھم' فذھبت وفیات خلق من الاعیان من الصحابة ومن تبعھم الی قریب زمان ابی عبداللہ الشافعی ... ثم اعتنی المتاخرون لضبط وفیات العلماء وغیرھم ' حتی ضبطوا جماعة فیھم جھالة بالنسبة الی معرفتنا لھم' فلھذا حفظت وفیات خلق من

المجهولین' وجهلت وفیات ائمه من المعروفین " (۱۶۲) ۔ (متقدمین نے وفات کی تاریخیں لکھنے کا اتنا اہتمام نہیں کیا جتنا کہ چاہئے تھا انہوں نے بہت کچھ اپنے حفظ پر بھروسہ کیا' نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے بڑے بڑے صحابہ اور شافعی کے زمانے سے قریب تابعین تک کی وفات کی تاریخیں ضائع ہو گئیں۔ پھر متاخرین نے علماء وغیرہ کی تواریخ وفات لکھنے کا اہتمام کیا چنانچہ انہوں نے بہت سے ایسے لوگوں کی تواریخ وفات لکھ ڈالیں جو ہمارے علم کے لحاظ سے مجہول (غیر معروف) ہیں' اسی لئے بہت سے مجہولین کی وفات کی تاریخیں تو لکھی ہوئی ہیں اور اس کے برخلاف بہت سے جانے پہچانے اماموں کی تواریخ وفات کا کچھ علم نہیں)۔

ذہبی کو اس کی اہمیت کا احساس تھا یہی وجہ ہے کہ ہمیں ان کی کتابوں میں یہ امتیاز واضح نظر آتا ہے کہ ان کے ہاں متقدمین کی بنسبت شخصیات و اعلام کے تذکرہ میں وفیات کا خصوصی اہتمام موجود ہے۔ ذاتی تصانیف کے علاوہ ذہبی نے جن کتب کے اختصارات اور تلخیصات تیار کیے ان میں بھی اس کا خیال رکھا ہے کہ جہاں کہیں اصل کتاب میں تواریخ وفات موجود نہیں ۔ وہاں اپنی ذاتی تحقیق کی روشنی میں ان کو متعین کر دیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کرد علی : "الاسلام والحضارة العربیہ" ' مصر ۱۹۵۰ء ' ج ۱' ص ۳۱۷

۲۔ ابن فوطی : "الحوادث الجامعہ" ' بغداد ۱۳۵۱ھ ' ص ۳۳۱

۳۔ ابن اثیر: "الکامل فی التاریخ" ' ج ۱۲ ص ۱۴۷' باب خروج التتار الی بلاد الاسلام ۔

۴۔ ابن کثیر: "البدایہ والنہایۃ" 'بیروت ۔ دار الفکر (س ۔ ن)' ج ۱۳ ص ۲۰۲

۵۔ ابن تغری بردی : "النجوم الزاہرۃ " دار الکتب المصریۃ' ۱۳۵۷ھ ج ۷ ص ۷۷

۶۔ ابن فوطی : "الحوادث الجامعۃ" ص ۳۳۱

۷۔ ابن العماد' الحنبلی : "شذرات الذہب فی اخبار من ذہب" قاہرہ' القدسی ۱۳۵۱ھ ج ۵' ص ۲۷۱

۸۔ تفصیل کے لئے دیکھئے : "النجوم الزاہرۃ " ج ۷ ص ۸۲' ۱۶۰' ۱۶۳

۹۔ سیوطی : "حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ" ۔ المطبعہ الشرقیہ ج ۲ ص ۶۶

۱۰۔ حمصی' سراج الدین : قصیدہ بائیہ فی مدح ابن تیمیہ ' بحوالہ "علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء" از ابو الحسن زید فاروقی ۔ مکتبہ سراجیہ ۔ ڈیرہ اسماعیل خان' ص ۳۵

۱۱۔ دیکھئے :۔ "البدایہ والنہایۃ : ۲۲۵/۱۴ ' الصفدی : "الوافی بالوفیات " ۔ استانبول ۔ وزارۃ المعارف ۔ ۱۹۴۹ء ' ج ۲ ' ص ۱۶۵ ' الشوکانی : "البدر الطالع ' ۔ قاہرہ ۔ ۱۳۴۸ھ ج ۲ ص ۱۱۰

۱۲۔ ذھبی : "سیر اعلام النبلاء : ۔ تقدیم کتاب ۔ بیروت ' موسسہ الرسالۃ ۔ ۱۹۸۱ء ' ج ۱ ' ص ۱۲ ' میافارقین ' دیاربکر کے اہم شہروں میں سے ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ یاقوت الحموی : "معجم البلدان" ۔ بیروت ۔ دارالکتاب العربی ۔ (س ۔ ن) ج ۵ ص ۲۳۵ ۔ ۳۸

۱۳۔ اس رائے کا اظہار دکتور صلاح الدین المنجد نے "سیراعلام النبلاء" کے مقدمہ میں کیا ہے ۔ ج ۱ ص ۱۵ ۔

۱۴۔ ذھبی : "معجم الشیوخ" بحوالہ "سیراعلام النبلاء" ۔ تقدیم الکتاب ص ۱۵

۱۵۔ اس رائے کا اظہار دکتور بشار عواد نے "سیراعلام النبلاء" کے مقدمہ میں کیا ہے ج ۱ ص ۱۵

۱۶۔ حوالہ مذکورہ ۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ دیکھئے ۔ سبکی : "طبقات الشافعیہ الکبری" ۔ بیروت ۔ دارالمعرفۃ : ج ۵ ' ص ۲۱۶ ' الوافی بالوفیات : ۱۶۵/۲ ' البدایہ والنہایۃ : ۲۲۵/۱۴

۱۹۔ دکتور بشارعواد نے "سیراعلام النبلاء" کے مقدمہ میں معجم الشیوخ کے حوالے سے (جو مطبوع نہیں ہوئی) ذھبی کی تعلیمی سرگرمیوں اور ان کے شیوخ و اساتذہ کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے (دیکھئے مقدمہ سیر ج ۱ ص ۱۲ ۔ ۳۱)

۲۰۔ یہ کتاب قاہرہ سے ۱۹۶۹ء میں اور بیروت سے ۱۹۸۴ء میں طبع ہو چکی ہے ۔

۲۱۔ آپ نے ۶۹۰ ھ کے لگ بھگ وفات پائی ۔

۲۲۔ "طبقات الشافعیہ الکبری" ۔ ۲۱۶/۵

۲۳۔ دیکھئے ۔ ذھبی : "معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار" ۔ قاہرہ ۔ ۱۹۶۹ء ص ۵۶۲ ۔ ۶۳ : ابن الجزری : "غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء" ۔ بیروت ۔ دارالکتب العلمیہ ۔ ۱۳۵۲ھ ' ج ۲ ' ص ۷۱ : حسینی : "ذیل تذکرۃ الحفاظ" ص ۳۶

۲۴۔ دیکھئے مقدمہ سیراعلام النبلاء ' ص ۲۱ ۔ ۲۲

۲۵۔ دکتور بشار نے "معجم الشیوخ" کے حوالے سے اسی سن کی تعیین کی ہے ۔ دیکھئے مقدمہ سیر ص ۲۵

۲۶۔ ابن حجر: "شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر" ۔ لاہور ۔ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۴ء ص ۲۵۲

۲۷۔ "معرفۃ القراء" ' ۲ / ۶۹۵

۲۸۔ ایضاً ۶۹۸/۲

۲۹۔ "طبقات الشافعیہ الکبری" ۔ ۲۱۶/۵

۳۰۔ اساتذہ کے لئے دیکھیں ۔ "طبقات الشافعیہ" : ۲۱۶/۵ ' الوافی بالوفیات : ۱۶۵/۲

۳۱- "البدایہ والنھایہ" - ۲۸/۱۴

۳۲- ایضاً - ۱۴ / ۸۸

۳۳- تفصیل کے لئے دیکھئے - نعیمی : "تنبیہہ الدارس" ج ۱، ص ۳۳

۳۴- "الوافی بالوفیات" : ۱۶۶/۲

۳۵- یہ مدرسہ امیر تنکز کی طرف منسوب ہے ۷۳۹ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ امیر تنکز نے یہاں تین محدثین اور بے شمار قراء کی تقرری کی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے - "البدایہ والنھایۃ" - ۱۸۴/۱۴

۳۶- "طبقات الشافعیہ - ۲۱۶/۵ - ۱۷

۳۷- "ذیل تذکرۃ الحفاظ" ص ۳۶

۳۸- مثلاً دیکھئے کتب - "طبقات الشافعیہ" - ذیل تذکرۃ الحفاظ - الوافی بالوفیات - الدرر الکامنہ وغیرہم

۳۹- دیکھئے - "شذرات الذھب" ۲۲۱/۲

۴۰- ایضاً، ۱۲۲/۶ - ۲۳

۴۱- ایضاً، ۲۰۰/۶

۴۲- ایضاً، ۲۳۱/۲

۴۳- ایضاً، ۲۰۵/۲ - ۲۰۶

۴۴- ابن حجر: "الدرر الکامنہ فی اعیان الماۃ الثامنہ" - حیدر آباد - دائرہ المعارف العثمانیۃ، ۱۳۴۸ھ، ج ۴، ص ۳۰۶ - ۳۰۷

۴۵- مثلاً دیکھئے - ذھبی : "تذکرۃ الحفاظ" - بیروت، داراحیاء التراث العربی (س - ن)، ج ۲، ص ۶۰۰، ج ۳، ص ۱۱۲۲، ج ۴، ص ۱۴۹۹ - نیز دیکھئے - ذھبی : "بیان زغل العلم" ص ۲۴

۴۶- "طبقات الشافعیہ" : ۲۱۶/۵

۴۷- ایضاً، ۲۱۷/۵

۴۸- "الوافی بالوفیات" : ۱۶۶/۲

۴۹- صفدی : "نکھت الھمیان فی نکت العمیان" - مصر، ۱۹۱۱ء، ص ۲۴۲

۵۰- "طبقات الشافعیہ" : ۲۱۷/۵

۵۱- "الوافی بالوفیات" : ۱۶۵/۲

۵۲- "طبقات الشافعیہ" : ۲۱۹/۵

۵۳- "الوافی بالوفیات" : ۱۶۵/۲

۵۴- "طبقات الشافعیہ" : ۲۱۶/۵

۵۵- ایضاً، ۲۱۶/۵-۱۷

۵۶- "ذیل تذکرۃ الحفاظ" - بیروت - داراحیاء التراث العربی - (س - ن) ص ۳۴

۵۷- "البدایہ والنھایتہ" - ۲۲۵/۱۴

۵۸- ابن ناصرالدین : "الردالوافر" - بیروت - المکتبہ الاسلامی، ۱۹۸۰ء ص ۳۱

۵۹- "ذیل تذکرۃ الحفاظ" : ص ۳۴۷

۶۰- "الدررالکامنہ" - ۴۲۷/۳

۶۱- "البدرالطالع" ۱۱۰/۲ - ۱۱

۶۲- ایضاً -

۶۳- "سیراعلام النبلاء" - تقدیم کتاب - ۷۵/۱ - ۹۰

۶۴- تفصیل کے لئے دیکھئے حوالہ مذکور -

۶۵- (مخطوطہ الظاہریہ : ۶۲ مجامیع)

۶۶- متعدد بار طبع ہو چکی ہے -

۶۷- (مخطوطہ بارلیس : ۴۵۷۷)

۶۸- (مخطوطہ الظاہریہ - دیکھئے الالبانی : ۲۸۰)

۶۹- دمشق سے ۱۳۴۷ھ میں طبع ہو چکی ہے -

۷۰- مصر سے ۱۳۳۲ھ میں طبع ہو چکی ہے-

۷۱- داراحیاء التراث بیروت سے طبع ہو چکی ہے (س - ن)

۷۲- (مخطوطہ - المکتبہ الازہریہ - مجموع : ۲۹۰۰ حدیث)

۷۳- مخطوطہ - حوالہ مذکور

۷۴- مخطوطہ - حوالہ مذکور

۷۵- اس کا اختصار "الرخصتہ فی الغناء و الطرب بشرطہ' کے عنوان سے کیا - یہ بھی مخطوطہ ہے (الظاہریہ: ۷۱۵۹)

۷۶- یہ کتاب مستدرک کے حاشیہ پر بھی طبع ہو چکی ہے - اس کتاب کی ابن الملقن ۸۰۴ھ نے مزید تلخیص کی اب ابن الملقن کی تلخیص عبداللہ بن حمد اللحیدان وغیرہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ سات اجزا میں الریاض سے ۱۴۱۱ھ میں طبع ہوئی ہے-

۷۷۔ یہ کتاب قاہرہ سے "المهذب فی اختصار السنن الکبیر" کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔

۷۸۔ شبلی نعمانی: "الفاروق"۔ لاہور۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۴ء ص ۴۸

۷۹۔ "البدایہ والنہایہ" ۲۲۵/۱۴: "الروالوافر" ص ۳۱

۸۰۔ "طبقات الشافعیہ" ۲۱۶/۵

۸۱۔ "الوافی بالوفیات"۔ ۱۶۵/۲

۸۲۔ سخاوی: "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ"۔ بیروت۔ دار الکتاب العربی ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء ص ۱۶۲

۸۳۔ دیکھئے: "الاعلان بالتوبیخ" ص ۵۷

۸۴۔ ایضاً۔ ص ۷۵

۸۵۔ "طبقات الشافعیہ" ۲۱۷/۵

۸۶۔ ایضاً۔ ۱۹۷/۱

۸۷۔ ایضاً۔ ۲۱۷/۵

۸۸۔ دیکھئے "الاعلان بالتوبیخ"۔ ص ۷۶

۸۹۔ ایضاً۔ ص ۷۶۔ ۷۷

۹۰۔ ایضاً۔ ص ۵۷۔ ۵۸

۹۱۔ ایضاً

۹۲۔ ایضاً۔ ص ۷۶

۹۳۔ ایضاً۔ ص ۵۶۔ ۵۷۔

۹۴۔ ایضاً

۹۵۔ دیکھئے۔ "طبقات الشافعیہ الکبری" ۲۴۸/۲

۹۶۔ دیکھئے۔ "سیر اعلام النبلاء"۔ ۱۳۳/۱۔ ۳۴

۹۷۔ "البدر الطالع"۔ ۱۱۱/۲

۹۸۔ دیکھئے۔ "الاعلان بالتوبیخ" ص ۸۴۔ ۸۶

۹۹۔ "اردو دائرہ معارف اسلامیہ"۔ لاہور۔ دانش گاہ پنجاب۔ بذیل "الذھبی" ج ۱۰ ص ۸۲

۱۰۰۔ ذھبی: "تاریخ الاسلام"۔ بیروت۔ دار الکتاب العربی ۱۴۱۰ھ ج "المغازی" ص ۲۲

۱۰۱۔ ایضاً ص ۲۵۔ ۲۶

۱۰۲- "شذرات الذھب" - ۱۵۵/۶

۱۰۳- "طبقات الشافعیہ" ۲۱۷/۵

۱۰۴- یہ کتاب حیدر آباد دکن سے بمعہ ذیل ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں طبع ہو چکی ہے۔

۱۰۵- ذھبی: "العبر فی خبر من غبر" - بیروت - دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ ج ا ص ۳

۱۰۶- دائرہ المعارف حیدر آباد دکن سے اور دار احیاء التراث العربی بیروت سے طبع ہو چکی ہے۔

۱۰۷- دیکھئے - "تذکرۃ الحفاظ" ۹۱/۱، ۳۴۳، ۳۴۸: ۷۶۴/۲

۱۰۸- تینوں ذیل دار احیاء التراث العربی بیروت سے ایک مجلد میں طبع ہو چکے ہیں۔

۱۰۹- الوافی بالوفیات: ۱۶۵/۲

۱۱۰- دیکھئے - المنجد: مقدمہ سیر اعلام النبلاء" ص ۳۷

۱۱۱- اولاً ۱۸۶۳ء میں مطبع بریل لیڈن سے طبع ہوئی۔ قاہرہ سے بھی ۱۹۶۲ء میں ۲ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۱۱۲- اس کا ایک خطی نسخہ موجود ہے (دار الکتب المصریہ: ۶۵ حدیث) تاحال غیر مطبوع ہے۔

۱۱۳- یہ نسخہ مفقود ہے۔

۱۱۴- یہ بھی غیر مطبوع ہے اس کا ایک خطی نسخہ موجود ہے (الظاہریہ - مجموع: ۱۲)

۱۱۵- تاحال طبع نہیں ہوئی اس کے متعدد خطی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۱۱۶- قاہرہ سے ۱۹۶۹ء میں اور بیروت سے ۱۹۸۴ء میں ۲ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۱۱۷- دیکھئے حاجی خلیفہ: "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون - "استانبول ۱۳۶۴ھ ص ۱۱۰۵

۱۱۸- دیکھئے - "الدرر الکامنہ "۴۳/۱

۱۱۹- دیکھئے - "الاعلان بالتوبیخ" ص ۱۰۲

۱۲۰- مصر سے ۱۳۵۱ھ اور بیروت سے ۱۳۵۲ھ میں دو اجزا میں طبقات القراء کے نام سے طبع ہوئی ہے۔

۱۲۱- الاعلان ص ۱۰۲

۱۲۲- یہ حلب سے ۱۹۷۱ء میں طبع ہو چکی ہے۔

۱۲۳- دیکھئے مقدمہ کتاب - "میزان الاعتدال" للذھبی - بیروت - دار المعرفۃ، ۱۹۶۳ء، ج ا، ص ا

۱۲۴- ایضاً - ۱۶/۱

۱۲۵- ایضاً

۱۲۶- مثالوں کے لئے دیکھئے - "میزان الاعتدال" ۱/۵-۶، ۱۱۱، ۵۵۶: ۲/۱۰۷

۱۲۷- "طبقات الشافعیہ" ۵/۲۱۷

۱۲۸- ابن حجر: "لسان المیزان" - حیدر آباد - دائرہ معارف العثمانیہ - ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء، ج ۱، ص ۴

۱۲۹- "الاعلان بالتوبیخ" ص ۱۰۹

۱۳۰- (ان میں سے اکثر کتب دستیاب نہیں صرف ایک مجموعہ کتب "مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف و محمد بن الحسن" قاہرہ سے ۱۳۶۶ھ میں طبع ہو چکی ہے)

۱۳۱- یہ کتاب ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷-۹۸ء میں حیدر آباد دکن سے ۲ جلدوں میں طبع ہوئی -

۱۳۲- اس کے متعدد خطی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں - ذہبی کی تذہیب کا خلاصہ صفی الدین خزرجی نے کیا جو مصر کے مطبع بولاق سے ۱۳۰۱ھ میں طبع ہو چکا ہے -

۱۳۳- یہ کتاب قاہرہ سے ۱۹۷۲ء میں طبع ہو چکی ہے -

۱۳۴- "طبقات الشافعیہ" ۵/ ۲۱۷

۱۳۵- یہ کتاب بغداد سے ۱۹۵۱ء - ۱۹۷۶ء میں طبع ہو چکی ہے -

۱۳۶- طبع مصر: ۱۳۷۳ھ

۱۳۷- دیکھئے - ذہبی : "المختصر المحتاج الیہ لابن الدبیثی" بغداد ۱۹۵۱ء - ۱۹۷۶ء ج ۱ / ۶۷، ۸۶. ۱۰۶، ۱۳۱، ۱۵۱، ۱۵۲،

۱۳۸- مثالوں کے لئے دیکھئے - "تذکرۃ الحفاظ" ۱/۷۰، ۱۵۸- ۲۴۴، ۲/۵۳۰، ۶۲۸، ۴/۱۲۶۶، ۱۳۸۵ وغیرہ

۱۳۹- "سیر اعلام النبلاء" : ۱/۶

۱۴۰- "طبقات الشافعیہ" : ۵/۲۱۶

۱۴۱- "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" بذیل "الذہبی" ج ۱۰ ص ۸۵

۱۴۲- دیکھئے - "طبقات الشافعیہ، للسبکی ۵/۲۱۷: "ذیل تذکرۃ الحفاظ " ص ۳۵ - "لسان المیزان" ۱/ ۴،

۱۴۳- اس کا خطی نسخہ موجود ہے، دیکھئے، آیا صوفیا: ۲۹۵۳)

۱۴۴- مثلاً دیکھئے - "تذکرۃ الحفاظ" ۱/ ۶۷ : "میزان الاعتدال" ۲/۱۰۷

۱۴۵- یہ رسالہ قاہرہ سے ۱۹۰۶ء میں طبع ہو چکا ہے -

۱۴۶- "میزان الاعتدال" ۱/۱۶

۱۴۷- ایضاً ۳ / ۱۳۸

۱۴۸- "طبقات الشافعیہ" ۵/۲۱۶

۱۴۹- "الرد الوافر" ص ۳۱

۱۵۰- "الاعلان" ص ۱٦۸

۱۵۱- مثال کے طور پر دیکھیں ابن حجر کی "لسان المیزان"۔

۱۵۲- "الاعلان" ص ٦٦

۱۵۳- ایضاً ص ۷۷۔ ۷۸: "الرد الوافر" ص ۳۵۔۳٦

۱۵۴- یہ رسالہ مطبع القدسی۔ دمشق سے ۱۳۴۷ھ میں "النصیحۃ الذھبیۃ" کے ساتھ علامہ زاہد الکوثری نے طبع کروایا۔

۱۵۵- دیکھئے "میزان الاعتدال"۔ ۱۳۸/۳

۱۵٦- ایضاً۔ ۲/۱

۱۵۷- "تذکرۃ الحفاظ" ۱۴۹۸/۴۔۹۹

۱۵۸- "الدرر الکامنۃ فی اعیان المأۃ الثامنۃ": ۲۳۵/۵۔۳٦

۱۵۹- ذھبی: "معجم الشیوخ" بحوالہ سیر اعلام النبلاء، تقدیم کتاب ج ۱، ص ۳٦

۱٦۰- "الدرر الکامنۃ": ۱٦۸/۱۔ ٦۹

۱٦۱- "الرد الوافر": ص ۳۵۔ ۳٦

۱٦۲- ذھبی: "تاریخ الاسلام"، ج "المغازی" ص ۲٦